هفت روزه
خدام الدین
لاهور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانواله دروازه لاهور
۳ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
۲۱ فروری ۱۹۶۹ء

عَنْ اَبِیْ حَسَّانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّهٗ قَدْ مَاتَ لِیْ ابْنَانِ فَمَا اَنْتَ مُحَدِّثِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِیْثٍ تُطَیِّبُ بِهٖ اَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ قَالَ نَعَمْ صِغَارُهُمْ دَعَامِیْصُ الْجَنَّةِ یَتَلَقّٰی اَحَدُهُمْ اَبَاهُ اَوْ قَالَ اَبَوَیْهِ فَیَاْخُذُ بِثَوْبِهٖ قَالَ بِیَدِهٖ كَمَا اٰخُذُ اَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا فَلَا یَتَنَاهٰی اَوْ قَالَ یَنْتَهِیْ حَتّٰی یُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَاَبَاهُ الْجَنَّةَ وَفِیْ رِوَایَةِ سُوَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو السَّلِیْلِ۔

ترجمہ:۔ ابو حسان رضؓ سے روایت ہے میں نے ابوہریرہؓ سے کہا میرے دو بیٹے مرگئے تو تم مجھ سے حدیث بیان نہیں کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سے ہمارا دل خوش ہو۔ انہوں نے کہا۔ اچھا چھوٹے بچے تو جنت کے کیڑے ہیں۔ (یعنی جنت سے جدا نہ ہوں گے جیسے پانی کا کیڑا پانی سے جدا نہیں ہوتا) وہ اپنے باپوں سے ملیں گے یا ماں باپ سے اور ان کا کپڑا پکڑ لیں گے یا ہاتھ جیسے میں اس وقت تیرے کپڑے کا کنارہ پکڑے ہوں پھر نہ چھوڑیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کو اور ان کے باپوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ لَهَا فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً فَقَالَ دَفَنْتِ ثَلَاثَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِیْدٍ مِّنَ النَّارِ قَالَ عُمَرُ مِنْ بَیْنِهِمْ عَنْ جَدِّهٖ وَقَالَ الْبَاقُوْنَ عَنْ طَلْقٍ لَمْ یَذْكُرُوا الْجَدَّ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ایک عورت ایک بچہ لے کر آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا اے نبی اللہ کے دعا کیجئے اس کے لئے (عمر دراز ہونے کی) کیونکہ میں تین بچوں کو گاڑ چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو نے تین بچوں کو گاڑا۔ وہ بولی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو نے ایک مضبوط آڑ کر لی جہنم سے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس مسلمان کے تین بچے مرجائیں۔ اس کو جہنم کی آگ نہ لگے گی مگر قسم اتارنے کے لئے۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو دوزخ پر سے نہ گذرے۔ اس وجہ سے اس کا بھی گذر دوزخ پر سے ہوگا اور کسی طرح عذاب نہ ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ یَوْمًا نَاْتِیْكَ فِیْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ قَالَ اجْتَمِعْنَ یَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً اِلَّا كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ساری باتیں آپ کی مرد ہی سنا کرتے ہیں تو ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر کیجئے جس دن ہم آپ کے پاس آیا کریں اور آپ ہم کو وہ باتیں سکھا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا فلاں دن تم جمع ہونا۔ وہ جمع ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ پھر فرمایا۔ تم میں سے جس عورت نے اپنے آگے تین بچے بھیجے (یعنی تین بچے اس کے مرگئے) تو وہ اس کی آڑ ہو جائیں گے جہنم سے۔ ایک عورت بولی۔ اور دو بچے دو بچے دو بچے۔ آپ نے فرمایا اور دو بچے دو بچے دو بچے (یعنی ان کا بھی یہی حکم ہے)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ جَاءَتْنِی امْرَاَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَاَلَتْنِیْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ شَیْئًا غَیْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَیْتُهَا اِیَّاهَا فَاَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَیْنَ ابْنَتَیْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا شَیْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ حَدِیْثَهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِیَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۔

ترجمہ:۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں۔ اس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا ایک کھجور تھی وہی میں نے اس کو دے دی۔ اس نے وہ کھجور لے کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بیٹیوں کو دیا۔ اور آپ کچھ نہ کھایا۔ پھر اٹھی اور چلی۔ بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے اس عورت کا حال آپ سے بیان کیا آپ نے فرمایا جو مبتلا ہو بیٹیوں میں (یعنی اس کی بیٹیاں ہوں، پھر وہ ان کے ساتھ نیکی کرے (ان کو پالے، دین کی تعلیم کرے نیک شخص سے نکاح کر دے) تو وہ قیامت کے دن اس کی آڑ ہوں گی جہنم سے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر: ٦٧٥٤٥

جلد ۱۴ | ۳ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۶۹ء | شمارہ ۴۲

نوکرشاہی کی بدترین مثال

جمعہ کے روز جمہوری مجلس عمل کے جلوس پر لاہور پولیس نے اشک آور گیس کے گولے پھینکے جن میں سے ایک شیل شیرِ تحفظ ختم نبوت، عاشقِ رسالت، آغا شورش کاشمیری کے سر پر پھٹا اور اسی دوران ان پر لاٹھیاں بھی برسائی گئیں جس کے نتیجہ میں آغا صاحب بے ہوش ہوگئے اور ان کے عشاق نے انہیں اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا۔ اس کے بعد پولیس نے آغا صاحب کے مکان میں گھس کر وحشت و درندگی کا مظاہرہ کیا۔ ڈرائنگ روم کا سامان توڑ پھوڑ دیا اور خواتین کی بے حرمتی کی۔ چنانچہ پولیس کی اس وحشیانہ اور جابرانہ کاروائی کے خلاف علماء کرام، عوام اور رہنمایانِ قوم میں شدید غم و غصہ کے آثار پائے جاتے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اب پولیس کے ہاتھوں کسی کی عزت اور جان و مال محفوظ نہیں ہیں۔ بربریت و لاقانونیت اور نوکرشاہی کی حد یہ ہے کہ پولیس نے پہلے علماء کرام کے تقدس کو مجروح کیا اور ان پر لاٹھیاں برسائیں، مساجد کی عزت کو پامال کیا، طلباء کو اپنی وحشت و بربریت کا نشانہ بنایا، رہنمایانِ قوم کی عزت پر ہاتھ صاف کیا، صحافیوں پر ڈنڈے برسائے۔ اور اب تازہ اطلاعات کے مطابق عدالت عالیہ مغربی پاکستان کے ملازمین بھی ان کے ظلم و استبداد کا نخچیر بن گئے ہیں۔ اور وہ عدل و انصاف کے گہوارہ میں رہ کر ملک کی سب سے بڑی عدالت کے سایہ میں بھی ان کے جور و استبداد سے محفوظ نہیں ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ پولیس قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کو بدنام کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عوام اور اربابِ اقتدار کے درمیان خیرسگالی کے تمام جذبات کو کچلنے کے پروگرام پر عمل کر رہی ہے۔ اور اس طرح حکومت کے لئے مشکلات کھڑی کر کے اپنی من مانی کاروائیاں کرنا چاہتی ہے۔ اگر پولیس کے اس مؤقف کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کچھ غیر ذمہ دارانہ تماشائیوں یا غنڈہ عناصر نے ڈھیلے یا پتھر پھینکے اور لاقانونیت کا ارتکاب کیا اور یہ حرکت پولیس کے تشدد کے لئے جواز پیدا کرنے کے لئے شرپسندوں کی کسی سازش کا حصہ نہیں تھی تب بھی پُرامن جلوس کے شرکاء اور سیاسی جماعتوں کے ذمہ دار رہنماؤں پر لاٹھیوں کی بے تحاشا بارش، گلی کوچوں میں لوگوں کا دُور دُور تک تعاقب کر کے اور باعزت شہریوں کے مکانوں میں گھس کر ان کو زد و کوب کرنے اور مکانوں کی چھتوں پر اشک آور گیس کے شیل پھینکنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ مزید برآں عدلیہ کی توہین اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں سے بغاوت اور سرکشی کی اس سے زیادہ مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ عدالت عالیہ اور سپریم کورٹ کے صحن اور کمروں میں عوام اور ملازمین پر بے تحاشا ڈنڈے برسائے گئے۔ اور چیف جسٹس کو خود اپنے اختیارات

سے ہائیکورٹ کا ایک جج تحقیقات کے لئے مقرر کرنا پڑا۔

ظاہر ہے ملک جس قسم کے مخدوش حالات سے دوچار ہے اور جس سطح پر حالات کو قابو میں لانے اور معاملات کو سدھارنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں ان کا تقاضا تو یہ ہے کہ انتظامیہ انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے اور غیر ذمہ دارانہ عناصر اور بعض شرپسندوں کی کاروائیوں کو حکمت و دانائی سے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے، اور کسی بھی عنصر کو بنا بنایا کھیل بگاڑنے اور رنگ میں بھنگ ڈالنے کا موقع ہرگز نہ دے لیکن واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ انتظامیہ کے بعض ارکان اور پولیس نوکرشاہی کے جوش میں یا اپنی مخصوص مصالح کی بناء پر اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حکومت اور عوام میں نفرت کی خلیج کو زیادہ سے زیادہ وسیع کر دینا چاہتے ہیں۔

حکومت اور پولیس کے طرزِ عمل کے درمیان تفاوت اور تضاد کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے حکومت چٹان کا ڈیکلریشن بحال کرنے اور چٹان پریس کو واگذار کرنے کا اعلان کر کے عوامی شہرت و مقبولیت حاصل کرنے کا خواب دیکھتی ہے۔ اور اس مستحسن اقدام کی پذیرائی کا آغاز بھی نہیں ہوتا کہ "مدیر چٹان" کو لاٹھیوں کا نشانہ بنا کر اور ان کے گھر میں بلااجازت داخل ہو کر ان کی خواتین سے بدسلوکی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اور اس طرح حکومت کا سارا خواب ہی پریشان کر دیا جاتا ہے۔ غرضکہ اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن سے حکومت اور انتظامیہ کے طرزِ عمل کا تفاوت اور تضاد صاف

(باقی ص۱۸ پر)

نمازِ عیدالاضحیٰ

۸ بجے صبح بیرون کشمیری اور مستی دروازہ کے درمیانی باغ میں ادا کی جائیگی نمازِ عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور پڑھائیں گے مسلمانانِ لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق در جوق شریک ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا باقاعدہ انتظام ہوگا۔ بارش کی صورت میں نمازِ عیدالاضحیٰ مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائے گی۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ ... پروگرام

مجلسِ ذکر

۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۳۰ر جنوری ۱۹۶۹ء

تمسّک بالقرآن کی تاکید

از حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی ——— مرتّبہ محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:—
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۔ (پ۳۰ - س عصر)

ترجمہ: زمانہ کی قسم ہے انسان ہمیشہ نقصان میں رہا ہے مگر وہ لوگ (اس نقصان سے بچ گئے) جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں اتباعِ حق کی اور آپس میں (اتباعِ حق میں آنے والی مصیبتوں میں) صبر کی تلقین کی۔

اکابرین کا طریق

ہمارے اکابر جدا ہوتے وقت قرآن کا جوہر، عطر، لبّ لباب سنا دیا کرتے تھے۔ لہٰذا ہم پر، آپ پر ذمے داری عائد ہوتی ہے۔ کہ اس قرآن کو اپنی زندگی میں لاگو کریں، اس قرآن کی تعلیم و تدریس کو عام کریں۔ یہ نبیوں کا فریضہ تھا اور آج ان کے واسطے سے ہمارا آپ کا فریضہ ہے، اپنے بچوں کو، تمام دنیا کے مسلمانوں کو، اُن کے علاوہ دنیا بھر کے کفّار و مشرکین کو اس قرآنِ حکیم سے آشنا کریں۔

آخری نبیؐ کے متعلق پیشین گوئیاں

کتنے افسوس کی بات ہے؟ عیسائیت قومی دین ہے۔ انجیل میں آج تک حضرت مسیحؑ کی طرف سے لکھا ہوا موجود ہے کہ میں اسرائیل کی گم کردہ راہ بھیڑوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے اور حق بات سمجھانے کے لئے آیا ہوں۔ ساری دنیا کی ہدایت کا پیغام بر میرے بعد کھجوروں کے جھنڈ والے شہر سے آئے گا اور وہ آخری شریعت لائے گا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ میرے بعد مثیلِ موسٰی آیا چاہتا ہے۔ حضرت مسیحؑ سے پوچھا گیا "آپ مثیلِ موسٰی ہیں؟" آپؑ نے فرمایا "نہیں"۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا "کیوں نہیں؟" ——— "کہ میں ہی مثیلِ موسٰی ہوں"——— یعنی ساری شہادتیں، ساری خوشخبریاں اور جو جو علامتیں سابق انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو پیش کی تھیں وہ ساری کی ساری حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صادق آئیں۔ پھر بھی اس بدقسمت (عیسائی اور یہودی) اقوام نے انہیں ماننے سے انکار کیا۔

مسلمان حکومتوں میں آج قرآن کا عمل دخل مفقود ہوتا چلا جا رہا ہے

اسلام دینِ تبلیغ ہے۔ اسلام مذہب علم ہے، دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تعلیمات، قرآن کی تعلیمات پھیلانا ہمارا فرض ہے۔ جب بچّہ الفاظِ قرآن سے آشنا ہو جاتے تو اس کے الفاظ کے معانی مطالب کی وضاحت از بس ضروری ہوتی ہے۔ اس کے بعد قرآن کی حکمت کے مطابق اپنی پرائیویٹ لائف، پبلک لائف، اپنی حکومتی زندگی، کاروباری زندگی، تجارتی زندگی، معاشی زندگی، معاشی زندگی، سیاسی زندگی، غرضکہ قومی اور بین الاقوامی زندگی کے ہر موقعہ محل پر تمام پہلوؤں سے قرآن کو اپنانا ہمارے لئے لابدی اور ضروری ہے۔ لیکن آج مسلمان حکومتوں میں اس کا عمل دخل مفقود ہوتا چلا جا رہا ہے اور یوں مسلمان قرآنِ حکیم کے فضائل کے گُن گاتے ہیں، قرآنِ حکیم سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

تعلیماتِ اسلام کا خلاصہ

لیکن یہ عقیدت کا اظہار ادھورا ہے، نامکمل ہے، قرآن محض اس لئے نہیں آیا کہ آپ اس کی قسمیں کھائیں، جزدانوں میں لپیٹیں، بچیوں کو جہیزوں میں دے دیا کریں یا طلباء قرآنِ حکیم پڑھ لیا کریں۔ یا جب کبھی ضرورت ہوا کرے قرآن ختم کر لیا کریں، بے شک ان میں ثواب ہے، اجر ہے، نہ ہونے سے ہزار گنا بہتر ہے لیکن اصل جو قرآنِ حکیم کا منشاء تھا وہ تو یہ تھا کہ آپ کا آپس میں اختلاف اور تنازعہ ہو، تو فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (پ۵ س النسآء ع ۸- آیت ۵۹) قرآن سے اس کا فیصلہ چکا لیجیے، حاکم اور محکوم کا اگر کسی قسم کا اختلاف ہو تو قرآن سے جا کے حل کیجیے نہ کہ مملکت کی اور اپنی خود کام آنے والی چیزوں کو تباہ و برباد کیجیے، امن کو خاکستر کیجیے اور ایک دوسرے پر دشنام اور اتہام لگائیے۔ یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ اسلام تو آپ کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ دشمن کو بھی بلاوجہ تکلیف نہ پہنچائیں۔ جنگ کے زمانے میں درختوں کی ٹہنیوں تک کو بلاوجہ نہ کاٹیں، اپنا مال و اموال، اپنی متاع، قوم کی متاع تو چھوڑیئے، دشمن کے مال و اموال کو بلاوجہ برباد کرنے سے روک دیا گیا۔

قرآنِ حکیم کا اعجاز

اسلام تو دنیا کے لئے باعثِ رحمت ہے، وہ تو ابرِ بہار ہے۔ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے سے ساری دنیا کو ہدایت اور رحمت کا پیغام دینے کے لئے آیا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمان ہوتے ہوئے قرآن سے اتنا دور ہیں۔ آج آپ عیسائیوں کی تبلیغ کے اعداد و شمار دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے چودہ سو سال سے دین کی تبلیغ کے لئے اتنا روپیہ پیسہ خرچ نہ کیا ہوگا۔ جتنا یہ ایک سال میں کرتے ہیں۔ پھر بھی قرآن حکیم کی عظمت دن دوگنی رات چوگنی دنیا کے اندر پھیل رہی ہے اور دیگر اقوام عالم سے قرآن کریم کا جو غور و خوض سے مطالعہ کرتے ہیں۔ افریقہ اور امریکہ وغیرہ میں تو دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے ہیں۔

اسلام کی حقانیت

گذشتہ چند دن ہوئے ہندوستان کے کسی بہت بڑے جج کے متعلق میں نے پڑھا کہ وہ قرآن کی ریسرچ اور

(باقی صہ۱۵ پر)

خطبہ جمعہ

۲۴ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۶۹ء

قربانی تواتر سے ثابت ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے

مطاعنا المکرم جانشین شیخ التفسیر امیر العلماء حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہم (اعلان کے مطابق) ۲۶ ذی قعدہ کو جمعہ کے روز جمہوری مجلس عمل کے جلوس کی قیادت اور جلسۂ عام سے خطاب فرمانے کے لئے شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ اس لئے اس جمعہ کو خطبہ جمعہ مخدومنا المکرم استاذ العلماء حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب مد ظلہم خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور نے ارشاد فرمایا۔ (حبیب الرحمٰن اشرف)

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قال اللہ تعالیٰ:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ○ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ○ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ○

(پ ۲۳ - س الصافات - آیت ۱۰۲ تا ۱۰۸)

حضرت مولانا مدظلہٗ ایک دینی کام سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس طرح علمی کمالات سے نوازا اسی طرح حق تعالیٰ نے انہیں باطنی کمالات سے بھی نوازا ہے۔ آپ کو وہ اخلاق عنایت فرمائے ہیں جو بمشکل دستیاب ہوتے ہیں۔ آپ نے حال ہی میں اسلام کی خاطر ایک بڑی قربانی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔ اب بھی اسلام ہی کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہیں — علماءِ اسلام کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اوّلاً وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ حاکم وقت کی اصلاح ہو جائے حکومت وہی رہے مگر اپنی روش اسلام کے مطابق بنا دے۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اصلاح نہ ہونے کی صورت میں مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ حکم ہے من رای منکم منکرًا فلیغیرہٗ بیدہٖ تم میں سے جو کوئی منکر (برائی کی) چیز دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (قوتِ بازو) سے بدل دے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں یہی کوشش کرتے رہے کہ بادشاہ کی اصلاح ہو جائے۔ انہوں نے یہ کبھی نہیں چاہا کہ حکومت بدل کر خود تخت پر آ جائیں بلکہ وہ یہ چاہتے رہے کہ بادشاہ ٹھیک ہو جائے وہ راہِ راست پر آ جائے۔

ہمارے موجودہ اکابر بھی یہی چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے حاکم ٹھیک رہیں۔ اسلامی قوانین پر خود بھی عمل کریں اور عوام سے بھی کرائیں۔ ہمارے اکابر کو اقتدار کی خواہش ہے نہ ہی دولت و ثروت کی وہ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ملک میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرادیں پوری کرے، ان کو ان کی کوششوں کا نیک بدلہ دے۔

اس وقت قربانی کے متعلق مختصر سا بیان ہوگا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو عمل انسان نحر والے دن کرتے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کو اہراق دم (خون کا بہانا) یعنی قربانی کرنی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور (فرماتے ہیں کہ) قیامت کے دن اس جانور کے سینگ، بال اور کھُر بھی نیکی بنا کر پیش کئے جائیں گے جس کی قربانی دی گئی ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ خون جو تمہیں بہتا ہوا نظر آتا ہے، زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ فطیبوبہا نفسا۔ پس اس سے تم خوش رہو۔ دل میں کدورت، ملال یا کراہیت پیدا نہ ہونے دو — کتب حدیث شریف میں قربانی کے بہت سے فضائل ذکر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو قربانی کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالم رویا میں یہ حکم ملا کہ اپنے بیٹے کو میرے نام پہ قربان کر دو۔ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس لئے آپ فوراً تعمیلِ حکم کے لئے تیار ہوئے اور اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا۔ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ۔ اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔ اب دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔ ابّا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اسے پورا کیجئے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تاکہ اپنے صاحبزادے کا منہ سامنے نہ رہے اور محبت جوش نہ کرے پھر اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹایا اور چھری چلانی شروع کی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پہ باوجودیکہ بار بار چھری چلائی مگر وہ کھال پر اثر انداز نہ ہوئی۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام بہشت سے دنبہ لائے اور اس طرح حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے دنبہ ذبح ہو گیا اللہ تعالیٰ کو اپنے پیغمبر کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ ارشاد فرمایا۔ يَا إِبْرَاهِيمُ

قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا۔ اے ابراہیم! تُو نے خواب کو سچّا کر دکھایا۔ تو نے ہمارے حکم کو پورا کیا۔ ارشاد ہے۔ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں یعنی انہیں آزمائشوں میں پورا اترنے کی توفیق بخشتے ہیں۔ ہم نیکو کاروں پر بڑی آزمائشیں بھیجتے ہیں۔ پھر انہیں ہمت اور استقامت دیتے ہیں۔ آزمائشوں میں انہیں کامیاب کرتے ہیں اور اس طرح ان کے درجات بلند کرتے ہیں۔

پھر ارشاد ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ۔ بلا شبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش ہے۔ یعنی ایسی زبردست آزمائش ہے جس کے بڑے ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ۔ اور ہم نے ان کی جان کے بدلہ میں ایک بڑی قربانی کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ اعجوبۂ روزگار اطاعت خداوند کریم کو پسند آئی۔ اور جو چیز انہیں پسند آتی ہے اُسے دوام اور ہمیشگی بخشتے ہیں اور یادگار کے طور پر اسے باقی رکھتے ہیں، جیسے کہ حاجی صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ یہ دوڑنا حضرت ہاجرہ کی ایک یادگار ہے۔ آپ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے لئے پانی کی تلاش میں اس جگہ دوڑی تھیں اللہ تعالےٰ کو آپ کا یہ دوڑنا پسند آیا اس لئے ہر حاجی کو اس مقام پر دوڑنے کا حکم ہے تاکہ اس کی یاد باقی رہے بعد کے پیغمبر بھی ایسا کرتے رہے ہیں۔ یعنی اس مقام پر دوڑ لگاتے رہے ہیں۔ یہ گویا ایک طرح کا اعزاز ہے، جو حضرت ہاجرہ کو نصیب ہوا ہے ـــ ایسا ہی ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد باقی رکھی۔ اسے رواج بخشا۔ اس دن جو اس مقام پر ہو یعنی مکہ میں وہ بھی قربانی کرے اور جو وہاں نہ ہو وہ بھی۔ وترکنا علیہ فی الاٰخرین۔ اور ہم نے یہ (قربانی) ان کے طریقہ پر بعد والوں میں باقی چھوڑ دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک حیات رہے قربانی دیتے رہے اور تمام صحابۂ کرام بھی قربانی کرتے رہے ہیں۔ صحابہ کرام جہاں بھی ہوتے اس دن قربانی ضرور کرتے۔ خیر القرون سے لے کر اب تک تمام مسلمان (دنیا کے جس حصہ میں بھی ہوں) یہ عمل کرتے چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ اس دن کا نام "یوم النحر" یعنی قربانی کا دن پڑ گیا۔ گویا قربانی ایسی چیز ہے کہ جس کا ثبوت ہمیں تواتر سے ملا ہے۔ تواتر کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد اس پر عمل پیرا رہی ہو۔ اور یہ بات ہر دور اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو معلوم ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) قربانی کرتے تھے اور امّت کو اس کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح مسواک ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مسواک کیا کرتے تھے۔ کوئی مسلمان خود مسواک کرے یا نہ کرے مگر اسے یہ ضرور معلوم ہے کہ مسواک سنّت ہے۔ ایسا ہی ختنہ، اذان اور داڑھی وغیرہ ہر جگہ کے لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ یہ چیزیں مسنون ہیں ـــــ اور ایسی چیزیں جن کا ثبوت اس طرح پر ہو یعنی تواتر سے جو انہیں شعائر اسلام کہتے ہیں۔ (یعنی اسلام کی خصوصی علامات و نشانیاں) ایسی چیزوں پہ عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ ترکِ سنت یا ترکِ واجب کے وبال سے بچا رہے۔ ان کا نہ کرنا گناہ ہوتا ہے۔ اور ان کے حق اور صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہوتا ہے۔ اور ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ تو خدا نخواستہ یہ کہنا کہ قربانی کا ثبوت نہیں کفر ہے۔ بلکہ قربانی کے ثبوت کا اعتقاد رکھنا فرض ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت تواتر سے معلوم ہو چکا ہے۔ ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ قربانی کو سنّت سمجھے یا واجب۔ جیسے کہ حنفی حضرات واجب سمجھتے ہیں۔ اور دیگر آئمہ سنّت۔

اللہ تعالےٰ ہر نیک کام کی توفیق بخشیں اور ہمارا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو۔ حضرت مولانا کو صحت و تندرستی عطا فرمائیں۔ آپ سے اور ہم سب سے دینِ متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت لے لیں۔

نعت

یہ نعتیہ اشعار حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے ہیں۔ غالباً آپ نے سفرِ حج کے موقعہ پر مدینہ منوّرہ میں روضۂ اطہر کے عین سامنے بیٹھ کر یہ اشعار کہے۔ (مولوی) محب اللہ بری جامعہ مدنیہ لاہور

آدم کے لئے فخر یہ عالی نَسَبی ہے
مکّی مدنی ہاشمی و مطّلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما، جنّتِ فردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربیؐ ہے

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربیؐ ہے

اے زائرِ بیتِ نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبیؐ کی
محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبیؐ ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ مرے سینے میں مدت سے لگی ہے!

ہفت روزہ چٹان کا دوبارہ اجراء

آغا شورش کاشمیری نے اعلان کیا ہے ــ کہ ہفتہ وار چٹان آئندہ ہفتہ شائع ہونا شروع ہو جائیگا اور جب تک چٹان پرنٹنگ پریس بحال نہیں کیا جاتا اس وقت تک مسعود پرنٹرز سے شائع ہوگا۔

چٹان گذشتہ سال اپریل میں ڈیفنس رولز آف پاکستان کے تحت بند کیا گیا تھا اور اب ساڑھے نو ماہ کے بعد اپنی اشاعت شروع کر رہا ہے۔

خواجہ صادق کاشمیری
نائب مدیر ہفتہ وار چٹان۔ لاہور

فضائلِ حج

(احادیث کی روشنی میں)

سراج الدین بی۔ اے، سکھر

۱- حج کا مفہوم

حج بیت اللہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔

حج کے معنی عربی زبان میں زیارت کا قصد کرنے کے ہیں۔ حج میں چونکہ ہر طرف سے لوگ زیارت کرنے آتے ہیں۔ اس لئے اس کا نام حج رکھا گیا۔ ہر اس شخص پر حج فرض ہے جو صاحبِ استطاعت ہو۔ یعنی زادِ راہ، سفر خرچ اور ان لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو جو اس کے ذمہ ہیں۔ حج کرنا عمر بھر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ اگر اس کے بعد کرے تو یہ نفل ہوگا۔ حج مقررہ تاریخوں میں ہوتا ہے اگر دوسرے ایام میں ہو تو وہ عمرہ کہلاتے گا۔

۲- زمانۂ جاہلیت میں حج

حج کی ابتداء حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ سے ہوئی اور جس طرح زمانہ گذرتا گیا حج کی صورت بھی بدلتی گئی۔ یہاں تک کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حج ایک میلہ کی حیثیت سے زیادہ نہ تھا۔ بڑے بڑے قبیلے اپنے جتھوں کے ساتھ یہاں آتے۔ ہر قبیلہ کا شاعر، اپنے قبیلے والوں کی بہادری، ناموری اور سخاوت کی تعریف کرتے اور زمین و آسمان کے قلابے ملاتے۔ صرف اس وجہ سے کہ ان کا نام اونچا ہو جائے — ان کی مجلسوں میں راگ رنگ، شراب نوشی، زناکاری، فحاشی وغیرہ عروج پر ہوتی۔ اور پھر مادر زاد ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ اور کہتے تھے کہ ہم اسی حالت میں خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوں گے۔ ابراہیم علیہ السلام کی مسجد میں عبادت کی جاتی اور وہ عبادت یہ تھی کہ تالیاں پیٹی جاتیں، سیٹیاں بجائی جاتیں اور نرسنگھے پھونکے جاتے۔ خدا کے نام پر قربانیاں کرتے مگر کس قدر بدتمیزی کے ساتھ کہ قربانی کے جانور کا خون خانہ کعبہ کی دیواروں پر چھڑکا جاتا اور گوشت لاکر خانہ کعبہ کے دروازہ پر ڈھیر کر دیتے۔ اس وجہ سے کہ یہ چیزیں خدا تعالےٰ کو مرغوب و پسند ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا تھا۔ وہ ان مہینوں کا احترام کرتے مگر جب لڑنے کو دل چاہتا تو ان کو بھی حلال خیال کر لیتے اور اس کے بدلے میں کسی اور مہینہ کو حرام تصور کر لیتے۔ گویا شریعت ان کی اپنی لونڈی باندی تھی جیسے چاہا بنا لیا۔

۳- قرآن کریم اور حج

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے جہالت کے اس حج کو منسوخ کر دیا۔ اور اعلان کروا دیا کہ کوئی مشرک حرم بیت اللہ کے قریب بھی نہ آئے۔ قرآن کریم میں حج بیت اللہ کی اہمیت پر زور دیا۔ اور اس کی فضیلت کا ذکر کیا ۸ھ میں جب مکہ دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو مسلمانوں کے لئے حج و طواف کے دروازے کھل گئے۔

"جو لوگ یہاں تک آنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر اللہ کا حق ہے کہ اس مقدس گھر کا حج کریں اور جو انکار کرے۔ تحقیق اللہ تعالےٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔" (آل عمران پ ۴)

۴- حقیقتِ حج و فوائدِ حج

حج اسلام کا عالمگیر اجتماع ہے جو امتِ محمدیہ کو رنگ، نسل، وطن اور زبان کے تمام اختلافات کو ختم کر کے ایک فکر، ایک عمل اور ایک نظام کی شکل میں منظم کرتا ہے۔ حج ہر قسم کے انفرادی اور اجتماعی مفادات، سیاسی و تمدنی مصالح اور اخلاقی و روحانی خوبیوں کو جمع کر کے پوری امت کو اس کے مرکزی نصب العین سے وابستہ رکھتا ہے۔

حج اللہ تعالےٰ سے حقیقی محبت کا اظہار ہے۔ ایسے عظیم سفر پر کوئی شخص اس وقت تک آمادہ ہی نہیں ہوتا جب تک اس کے دل میں اللہ کی محبت نہ ہو۔ جو شخص اپنے گھربار، اپنے کاروبار، عزیزوں کو چھوڑ کر، مال کو خرچ کر کے سفر کے لئے نکلتا ہے۔ اس کا نکلنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے اندر خوفِ خدا اور محبتِ خدا پوری طرح موجزن ہے اور اس کو اس بات کی مشق ہو جاتی ہے کہ اگر کسی وقت خدا کی راہ میں نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ پیچھے نہیں رہے گا۔

حج خدا پرستوں کی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے کا ثبوت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا کا جواب ہے اور پھر بار بار لبیک کہنا اپنی مکمل غلامی اور وفاداری کا اظہار ہے۔ صفا و مروہ میں دوڑنا اس بات کا اقرار ہے کہ ہمیشہ معبودِ حقیقی کی خوشنودی کے لئے اس طرح دوڑتا رہے گا۔

حج ایثار و قربانی کی اعلیٰ درجہ کی تربیت ہے۔ اس میں وقت کی قربانی، مال کی قربانی اور آرام و آسائش کی قربانی ہے۔ بہت سی نفسانی خواہشات کی قربانی کی جاتی ہے اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جس میں کوئی ذاتی غرض شامل نہیں ہوتی۔

حج مجاہدانہ زندگی کی ایک زبردست مشق ہے۔ مناسکِ حج میں دوڑ دھوپ، کوچ اور قیام اسے اپنی دنیاوی زندگی کا تصور دلاتے ہیں۔ چند روزہ زندگی میں اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے ہر ممکن تکلیف برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

حج دنیا کے ممالک میں اتحاد و تعلقات کی بہترین صورت ہے۔ تمام ممالک کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور پھر ہر کوئی اپنے ملک کا لباس چھوڑ کر صرف اس لباس پر اکتفا کرتا ہے جو حج کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس طرح مزید قربت پیدا ہوتی ہے۔

حج علم و ادب کی ترقی کے لئے اعلیٰ ذریعہ ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے علماء و فضلاء اور صوفیائے کرام وہاں جمع ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ان کی صحبتوں سے

فائدہ اٹھاتے ہیں اور پھر اس کی اپنے اپنے ممالک میں تشہیر کرتے ہیں۔ اس طرح علم و ادب کو ترقی ہوتی ہے۔

حج رہبانیت کا نعم البدل ہے۔ اسلام نے حقوق العباد کو پورا کرنا بھی عبادت ٹھہرایا ہے۔ اور پھر چند دنوں کے لئے اپنے گھر بار کو صرف خوشنودیٔ خداوندی کے لئے چھوڑ کر چلے آنا تزکیہ نفوس کا اچھا ذریعہ ہے۔

حج میں مسلمانوں کا عالمگیری اجتماع شیطانی طاقتوں پر زبردست ضرب ہے۔ اسی لئے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق شیطان سب سے زیادہ مایوس عرفہ کے دن ہوتا ہے۔ اور پھر اقوامِ عالم جو اسلام کو مٹانے پر تُلی ہوئی ہیں اپنے ناکام ارادوں سے مایوس ہو جاتی ہیں اور حق پرستوں کا قدرتی رعب ان پر غالب آ جاتا ہے۔

حج تبدیلی آب و ہوا اور سیاحی کا بہترین طریقہ ہے جو اسے اپنے مذہب اور معبودِ حقیقی سے قریب کرتا ہے اور مختلف ممالک کے لوگوں کی وضع قطع اور ان کی زبان، رسم و رواج، طرزِ معاشرت، طرزِ حکومت اور تجارت سے آگاہی کرواتا ہے۔ ملکوں کی درآمد برآمد، صنعت و حرفت کی ترقی کے رازوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ ہر اچھائی کو اپنانے اور برائی سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حج مساواتِ اسلامی کا شاہکار ہے اور ہر قسم کے لوگ شاہ و گدا، امیر و رئیس، آزاد و غلام سب ایک لباس میں خدا کے حضور میں ایک ہی نعرۂ حق بلند کرتے ہیں۔ سب کے سر ننگے، سب احرام باندھے ہوئے اور سب کے چہروں پر عاجزی و انکساری کا اظہار یہ بتاتا ہے کہ تعلیماتِ اسلامی میں مساوات کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔

حج کا قصد کرنے والے لوگ تائب ہو کر لوگوں سے اپنے افعال پر معافیاں طلب کرتے ہیں۔ اور آئندہ ان کے حقوق پورا کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے گھر سے رخصت ہوتے ہیں تو اللہ کی رحمتیں ان پر برستی ہیں۔ اس طرح بیشمار لوگوں کے حقوق پورے ہوتے ہیں، اور لاکھوں لوگ حقوق العباد کو پورا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اس طرح دنیا میں نیکی عام ہوتی ہے۔

حج دربارِ خداوندی میں حاضر ہونے کا بہترین تصور ہے۔ قیامت کے دن اس طرح دنیا کے کونہ کونہ سے لوگ اس کے حضور میں جمع ہوں گے۔ اور وہ ان کا حساب و کتاب لے گا — سب لوگوں کی حالت یکساں ہوگی اور وہ اپنے اعمال کا بدلہ لینے کے لئے بے قرار ہوں گے۔ اور پھر عشقِ الٰہی کا حج میں مکمل اظہار پایا جاتا ہے۔

۴۔ حج کا پس منظر

حج امتِ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہجرت کے چھٹے سال فرض ہوا۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عمرہ ادا کیا۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو حج کرنے کا موقع ملا۔ ۱۰ھ میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کی معیت میں فریضۂ حج ادا کیا۔

حج کے ارکان سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد انہوں نے طواف کیا۔ جسے برقرار رکھا گیا۔ صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر سعی حضرت ہاجرہ والدہ حضرت اسمٰعیلؑ کی یاد ہے۔ جب کہ وہ لق و دق صحرا میں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے نیچے سے آبِ زمزم کا چشمہ جاری فرمایا۔ اسلامیانِ عالم اس پانی کو مقدس سمجھ کر نوش کرتے ہیں۔ منیٰ میں رمی ہوتا ہے۔ یعنی تین مقامات پر جن کو جمرات کہا جاتا ہے، سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ یہ کنکریاں مارنا درحقیقت شیطان سے نفرت کا اظہار ہے۔ قربانی کا کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے کی خدا کے حضور میں مکمل عاجزی و انکساری اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی یادگار ہے۔ حجرِ اسود اور مقام ابراہیم دو جنت سے لائے ہوئے پتھر ہیں۔ حجرِ اسود کعبہ شریف کی دیوار میں نصب ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ تو ایک پتھر ہے ہم تجھ کو صرف اس وجہ سے بوسہ دیتے ہیں کہ ہم نے ابوالقاسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک دوسرا پتھر مقام ابراہیم ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشِ پا ہیں۔ حاجی لوگ اس کے قریب دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں۔ یہ پتھر اللہ تعالیٰ کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔

۵۔ حج کی اہمیت

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ گویا کہ حج بھی دیگر ارکان اسلام کی طرح اہم ہے۔

ارشاداتُ النّبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خطبہ پڑھا، اور فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو۔ تو ایک شخص نے کہا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ تو نبیؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اس نے تین بار یہ سوال عرض کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے — ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ جو ایک بار سے زیادہ کرے نفل ہے۔ (رواہ احمد)

۲۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے اللہ کے لئے حج کیا۔ اور نہ پھر عورت سے صحبت کی اور نہ گناہ کی بات کی، نہ راہ میں کسی سے جھگڑا۔ تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو کر آتا ہے جیسا کہ اس دن تھا۔ جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا — انہی سے مروی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور جو حج گناہوں سے پاک ہو اس کا بدلہ جنت ہے۔ (المشکوٰۃ)

۳۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص سفر خرچ کا مالک ہو جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچائے اور وہ حج نہ کرے تو اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ شخص

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۵)

فرمایا میرے بندو! مَیں حکیم خدا ہوں، مَیں علیم خدا ہوں، مَیں خبیر خدا ہوں۔ میری باتوں پر تو نبی بھی تنقید نہیں کر سکتے (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تم کون ہو؟ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خطاب نہیں فرمایا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (الحجر ۹۴) جس کا حکم ہے وہ کھول کر بیان کرو۔ فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (ھود ۱۱۲) جو مَیں نے حکم دیا اس پر پکّے رہو۔ اور ذرا بھی بات ادھر ادھر کی تو مَیں اصلاح کر دوں گا— صحیح حدیثوں میں آتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ایک آدمی کو، ایک صحابی نے عرض کیا "اللہ کے نبیؐ! اگر مَیں اللہ کی راہ میں قربان ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟" فرمایا "ہاں تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے"۔ فوراً جبریل امین آئے۔ عرض کیا "اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیک وسلم! آپؐ کا بڑا بلند مقام ہے آپؐ کی ہاں "ہاں" ہے، آپؐ کی نہ "نہ" ہے۔ لیکن آپؐ نے جو کچھ کہا ہے۔ یہ منشائے خداوندی کے خلاف ہے— آپؐ اسے بلا کر فرما دیجئے۔ اِلاَّ الدَّيْن قرض معاف نہیں ہوتا باقی سب کچھ معاف ہو سکتا ہے"— دیکھا؟— نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا گیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں ترمیم کر دی گئی۔

میرے بزرگو! نبی کی جرأت نہیں قرآن مجید کو آگے پیچھے کرے۔ قرآن نے نہیں فرمایا۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيٓ ۚ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ ۚ (یونس ۱۵) آپ ان سے فرما دیجئے میری یہ طاقت نہیں ہے کہ میں قرآن کو اپنی طرف سے بدلتا پھروں اِنْ اَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ اِلَيَّ— مَیں تو اسی بات کو مانوں گا جس کی میری طرف وحی کی گئی ہے۔ نبی تو وحی کا محتاج (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) صحابہ رضؓ وحی کے محتاج، تابعین وحی کے محتاج، آئمہ مجتہدین وحی کے محتاج اور آج ہم جیسے میٹرک فیل، ایک بے ہودہ بے لگام کھڑا ہو جائے اور قرآن کی ترمیمیں کرتا پھرے اور مسلمان کہہ دیں یہ بڑا "محقق" ہے۔ یہ قرآن پر حرف ہے، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر طنز ہے، اور چودہ سو سالہ اسلام پر یہ طنز ہے— اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ایسی گمراہی سے محفوظ رکھے۔

اس لئے فرمایا۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۙ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جو حکیم ہے جس کی حکمت کا کوئی حکمت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ حکمت پڑھنی چاہو تو پڑھو "حجۃ اللہ البالغہ" شاہ ولی اللہ کی۔ اللہ ان کی قبروں کو پُر نور فرمائے۔ کاش! آج مسلمان اپنوں کو نہیں جانتا۔ ابھی تک نہیں جانتا۔ بیس سال ہو گئے ہمیں آزاد ہوئے ابھی تک یہ نہیں پتہ کہ شاہ ولی اللہ کون تھا۔ بلکہ ہمارے بعض بیہودہ قسم کے لوگ یہ کہتے ہیں (میرے پاس اب بھی وہ "نوائے وقت" کا پرچہ موجود ہے جس میں ہمارے پاکستان کے ایک "محقق" نے (حقّے سے مشتق "محقق— محقق کا معنیٰ؟ سگریٹ پینے والا "محقق"، حقّہ پینے والا محقق) اس نے اپنے ایک مرید کے ساتھ بات چیت کی، وہ ڈائری چھپی ہے "نوائے وقت" میں۔ اُس سے کہا گیا کہ تو کس اسلام کے خلاف ہے؟ اس نے کہا کہ اگر یہ اسلام جو آج مسلمانوں میں چل رہا ہے یہ شاہ ولی اللہ کا پیدا کردہ ہے، اگر اقبال کا یہی اسلام ہے تو ہم تو اسی اسلام کو جڑ سے اکھیڑنے کی ترکیبیں سوچ رہے ہیں۔ مگر خود پھر مانتا ہے کہ یہ اسلام اتنی جڑیں کر چکا ہے کہ اس کا اکھیڑنا آسان نہیں ہے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کون اکھیڑ سکتا ہے؟ انگریز دو سو سال میں نہیں اکھیڑ سکا یہ پرائمری فیل اکھیڑ دیں گے؟ دو سو سال انگریز نے زور لگایا۔ آپ پڑھیں اپنی تحریکاتِ آزادی کو۔ دو سو سال انگریز نے زور لگایا کہ کسی طرح اسلام ہندوستان سے نکل جائے۔ اب بھی یورپ اور امریکہ میں زور لگایا جا رہا ہے لیکن کون اس چیز کو اکھیڑے۔ اللہ اُن لوگوں کو وہ بصیرتیں عطا فرما دیتے ہیں جو مجھے آپ کو عطا نہیں ہوتیں، اس وقت عطا ہوتی ہیں جب کسی باطل کے ساتھ مقابلہ ہو، تو اللہ تعالےٰ کا ہر حکم، سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہر حکم، اسلام کا ہر حکم، حکمت سے پُر ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ پڑھو، اور اپنے نورِ بصیرت کو ترقی دو، اہل اللہ کی کتابیں پڑھو، میرے بزرگو! پھر یہ راہیں کھل جاتی ہیں۔

مصر میں گذرے ہیں مفتی عبدہٗ —— جمال الدین افغانی کے شاگرد تھے۔ مفتی محمد عبدہٗ رحمۃ اللہ علیہ، قرآن مجید کی تفسیر لکھی، بہت بڑے عالم دین تھے۔ وہ پیرس تشریف لے گئے۔ پیرس کوئی مقابلہ تھا بین الاقوامی اس میں آپؒ تشریف لے گئے مصری حکومت کی طرف سے۔ خیر وہاں جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہوا۔ کھانے پر جب بیٹھے— یہ بیماریاں آج کل ہیں یورپ میں تو اس سے پہلے بھی تھیں، یہ چھری کانٹے کے ساتھ کھانا— اب تو کھڑے ہو کر کھاتے ہیں، پھر بھی آخر بیٹھ جاتے ہیں، جب تھک جاتے ہیں، پھر بیٹھ جاتے ہیں— اللہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ پہلے کم ازکم "بسم اللہ" تو اس طرح کرتے ہیں جس طرح انگریز کرتا ہے— کیا مصیبت ہے بھائی—! کھانا کھانا ہے۔ بائیں سے بھی کھاؤ گے، دائیں سے بھی کھاؤ گے۔ دائیں سے کھاؤ اور نیت یہ کرو کہ میرے محبوب آقا جناب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دائیں ہاتھ سے کھایا اس لئے مَیں دائیں ہاتھ سے کھاتا ہوں۔ پہلے بائیں سے شروع کیا، پھر تھک گئے تو دائیں سے لگ پڑے۔ يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (محمد ۱۲) جیسے چارپائے کھاتے ہیں، پہلے کھڑے ہو کر شروع کیا، پھر

بیٹھ گئے — تو پہلے ہی بیٹھ جاتے نا۔ بیٹھ کر کھانا سنت ہے اور فرش پر بیٹھ کر کھانا زیادہ بہتر ہے۔ میرا جہاں تک خیال ہے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کرسی پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا، یا کبھی چارپائی پر بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا اگر کھایا ہو تو مجھے اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتے ہیں لیکن میرا حقیر مطالعہ یہ ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے جب آپ وزیر تعلیم ہوئے تو علماء دیوبند کو آپ نے دعوت دی۔ اپنے دوستوں کو، اپنے احباب کو، اکابر کو — چنانچہ تشریف لے گئے اکابرِ دیوبند، حضرت مدنی رحمۃ اللہ بھی اُس میں موجود تھے اور دوسرے اکابر مفتی کفایت اللہ وغیرہ بھی تشریف فرما تھے۔ جب پہنچے وہاں پر دعوت میں تو تو مولانا ابوالکلام آزاد نے نشست گاہ میں کرسیوں پر بیٹھ کر کھانے کا انتظام کیا تھا۔ سارے اکابر کرسیوں پر بیٹھے، کھانا کھایا۔ مگر جانتے تھے، ابوالکلام آزاد بھی تو جانتے تھے، تیور دیکھ لیے، پیشانیوں کو دیکھ لیا۔ سبحان اللہ — ہاتھوں کو دیکھ لیا کہ ہاتھ کیسے بڑھتے ہیں — پیشانی کیا پتہ دیتی ہے؟ آیا پیشانی سے خوشی کا نور چمکتا ہے یا ناراضگی کا نور چمکتا ہے؟ تاڑ گئے ابوالکلام آزاد کہ میرے بزرگ، میرے کرم فرما، یہ اہل اللہ، یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کے پاسبان اس دعوت سے ناخوش ہیں، اور ناخوش اس لئے ہیں کہ کرسیوں پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں — اس وقت تو کچھ نہ کہا۔ علیک سلیک کے بعد رخصت کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر دعوت دی — اللہ کے بندوں کے دلوں کو قبول کرنا کتنی اونچی بات ہے کچھ دنوں کے بعد پھر دعوت دی اور زمین پر بیٹھنے کا انتظام کیا، قالینوں پہ لگا دئے دسترخوان اور کھانا کھانے کے بعد کہا کہ بات اصل میں یہ تھی، دوبارہ دعوت کی وجہ یہ تھی کہ پہلی دعوت میں مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ مَیں نے کرسیوں پر بیٹھنے کا اہتمام کیا۔ اور مَیں سمجھ گیا کہ آپ بزرگوں کے دلوں پر وہ دعوت شاق گذری تھی۔ اس لئے مَیں نے زیادہ تکلیف دی تاکہ یہ دعوت سنتِ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہو — کہاں ہیں سنتیں؟ ہم فرضوں کو رگڑ رہے ہیں تو سنتیں کہاں ہیں۔

تو مَیں مفتی عبدہٗ کی بات کر رہا تھا۔ مفتی عبدہٗ رحمۃ اللہ علیہ وہاں پیرس میں جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو آپ ہاتھ سے کھاتے تھے۔ کھانا ہاتھ سے ہی کھانا چاہیئے — "دستِ خود دہانِ خود" فارسی کی مشہور مثل ہے — چمچہ خود دہانِ خود نہیں ہے — دستِ خود دہانِ خود — فارسی تو ہم پڑھتے نہیں ویسے ہی ایران کے ساتھ ہم پینگیں بڑھا رہے ہیں، فارسی جانتے ہی نہیں — پینگیں بڑھاتے ہیں ایران کے ساتھ، پینگیں بڑھاتے ہیں عربوں کے ساتھ (اللہ ہماری ان پینگوں کو کامیاب بنائے) لیکن عربی جانتے ہیں نہ فارسی جانتے ہیں، انگریزی جانتے ہیں، پڑھتے ہیں انگریزی، مارتے ہیں انگریزی اور پینگیں بڑھا رہے ہیں اُن کے ساتھ۔ تو دستِ خود دہانِ خود — اپنا ہاتھ اپنا منہ — چمچہ خود نہیں ہے — تو وہاں مفتی صاحب نے اپنے ہاتھ سے کھانا شروع کیا۔ تو جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے میزبان وہ بھی ساتھ تھے۔ اور بھی آدمی کافی تھے تو انہوں نے اپنا وہی کام شروع کیا، چھری کانٹا۔ کھٹ کھٹ، کھٹ کھٹ۔ جیسے ٹلیاں بجتی ہیں۔ تو وہ ذرا مفتی صاحب کو

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

وقت کی پکار ★

محمد ظہور الحق ظہور
جھنڈا پاوی، راولپنڈی

اللہ کی رسّی کو تھامیں، توحید کے دامن میں آئیں
اسلام کا پرچم لہرائیں، ایمان کے جوہر دکھلائیں!

اِلحاد کی بپھری موجوں میں، لادینی کے طوفانوں میں
اس قوم کی ہچکولے کھاتی، کشتی کو کنارے لے جائیں

ظلماتِ جہالت میں اکثر، ابلیس کا جادو چلتا ہے
ہم مل کے کتاب و سنّت کے انوار جہاں میں پھیلائیں

جو وہم کی وادی میں بھٹکیں، جو شرک کے کانٹوں میں اُلجھیں
ہر کام میں وہ ناکام رہیں، ہر گام پہ وہ ٹھوکر کھائیں

جو قصرِ رسالت کو پھاندیں، جو ختمِ نبوت کو توڑیں
وہ دولتِ ایماں کے ڈاکو کس منہ سے مسلماں کہلائیں

تکمیل نبوّت ہو بھی چکی، اجرائے نبوّت کیا معنی؟
جب مہرِ منوّر تاباں ہے، ہم رات کا دھوکا کیوں کھائیں

مغضوب ہیں وہ مقہور ہیں وہ، رحمت سے خدا کی دُور ہیں وہ
معراج کو جو افسانہ کہیں، جو وحیٔ خدا کو جھٹلائیں

ناموسِ محمدؐ کی ہم پر ہر حال حفاظت لازم ہے
ہم شانِ صحابہؓ کی خاطر سو جان سے قربان ہو جائیں

طاغوت کو ہم مفلوج کریں اور آگ بجھائیں فتنوں کی
باطل کے سفینوں کے حق میں طوفانِ ہلاکت بن جائیں

ہے کون ظہورؔ! اللہ کے سوا مشکل میں جو اپنے کام آئے
جب اس کی عنایت ہو جائے ساحل پہ سفینے لگ جائیں

فخر الدین صدیقی — ابن حاجی شاہ دین صدیقی مرحوم ومغفور - بیرون کشمیری دروازہ سرکار روڈ لاہور

تقلیدِ مغرب

اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احسان
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر (اقبالؒ)

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال کے نام پیغام میں جہاں اور پند و نصائح کی ہیں۔ وہاں خاص طور پر یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر اتنی خودداری پیدا کریں کہ کسی بات میں بھی دوسروں کے منت کش نہ ہوں۔ اغیار کی منت کشی ایسی ذہنیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جس سے غلامانہ ذہنیت کی بو آتی ہے۔

تحصیلِ علم کا مرحلہ طالب علم کے لئے شعورِ ذات کا مرحلہ ہوتا ہے۔ اس دور میں وہ جہالت سے کنارہ کشی کرتے ہوئے علم سے ہمکنار ہونا چاہتا ہے۔ در اصل انفرادی و اجتماعی زندگی کا دارومدار ان اقدارِ حیات پر مبنی ہے۔ جن کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت ایسے انقلابی تصورات ہوتے ہیں حیاتِ نو کا آغاز اور ملت کا عروج و ترقی ایسے ہی انقلابی خیالات کے بل بوتے پر منتج ہوتا ہے۔ حقیقت میں بحرِ علم سے جو شخص اپنی پیاس کا سامان بجھانے کی کوشش کرتا ہے وہ حقیقی زندگی اور منشاءِ الٰہی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں ہادی اعظم فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم یعنی ہر مسلمان پر تحصیل علم فرض کر دیا گیا۔ چنانچہ دین و مذہب کے مطالعہ سے علم کی دو واضح اقسام نظر آتی ہیں جن میں اوّل فرض یعنی توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانا قرار دیا گیا۔ دوئم کفایہ یعنی قرآن، حدیث، صرف، نحو، فقہ و قانون، منطق، فلسفہ، نفسیات، اقتصادیات، معاشیات، تاریخ، عمرانیات، طبعیات، حیاتیات، نباتات، جمادات، فلکیات وغیرہ کا علم پایا جاتا ہے اس لئے علم کے حصول ہی سے انسان معراج حاصل کرتا ہے

لیکن اس وقت مشرق میں بالخصوص اور پاکستان میں بالعموم مغرب کی تقلید ایک شعار بن چکا ہے۔ طرزِ معاشرت میں، گفتگو میں، لباس میں تعلیم میں غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں یورپ کی تقلید کی جاتی ہے اور اس وقت تقلید میں ہم معراج پر پہنچ چکے ہیں۔ اسی بنا پر علامہ اقبال نے فرمایا تھا

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

تقلید اگر اچھی چیز میں کی جائے تو اس کے لئے کچھ نہ کچھ جواز نکل سکتا ہے۔ مگر اندھی تقلید سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا اس سے اس امر کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ کہ ہم اپنے معاشرے میں اس قدر بے بایہ ہو چکے ہیں کہ ہمیں دوسروں کا دستِ نگر منت کش ہونا پڑتا ہے۔

تاریخ عالم کے اوراق پلٹنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مغرب نے جس وقت ہوش سنبھالا اور بیداری کی راہ پر گامزن ہوا تو اس کی نگاہیں مشرق کی جانب اٹھیں اور انہوں نے مشرق کا رخ کیا اور تجارت کے نام پر ہندوستان، ملایا، انڈونیشیا سنگاپور اور جزیرہ نما ہند چینی میں قدم جمائے اور طرح طرح کے حربوں سے کام لے کر وہاں اپنی سیادت کا لوہا منوایا۔ مغرب اس چیز سے اچھی طرح باخبر تھا کہ جب تک وہ کوئی ایسا حربہ استعمال نہ کریں گے۔ جس سے یہ لوگ ان سے مرعوب ہو جائیں اس وقت تک ان کی حکومت وہاں قائم نہیں رہ سکتی۔ قیام سلطنت کے لئے اور نو آبادیاتی نظام رائج کرنے کے لئے انہوں نے مغلوب قوموں کو ایسی شاہراہ پر ڈالا کہ وہ اپنے آپ کو بھول گئے اور ان کے غلام بے دام بن کر رہ گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ذہنی طور پر ان پر اتنا اثر ڈالا کہ وہ مغرب کی ہر چیز کو اپنے سے بہتر و برتر سمجھنے لگے اور اپنے ہاں کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کو ناقص اور ناکارہ خیال کرنے لگے۔ چنانچہ پاک و ہند میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مغرب کی کورانہ تقلید ایک فیشن بن کر رہ گیا۔ سمجھ دار لوگ یہ دیکھتے تھے اور لہو کے گھونٹ پی کر رہ جاتے چنانچہ اکبر مرحوم نے طنزاً کہا

مرزا غریب چپ ہیں ان کی کتاب ردی
بدھو اکڑ رہا ہے صاحب نے یوں کہا

بالآخر یہ جذبہ بڑھتے بڑھتے معاشرے کے ہر پہلو پر چھا گیا ہمارا لباس ختم ہوا اور اس کی بجائے مغرب کے سوٹ نے لے لی پگڑی اور ٹوپی کی بجائے ہیٹ پہنا جانے لگا قرضاً فیشن خوب پھیلا اور خوب رنگ لایا۔ چنانچہ اکبر مرحوم نے اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں کہا

بہت شوق انگریز بننے کا ہے
چہرے پہ پہلے گِلٹ کیجئے

اور ایک جگہ اور فرماتے ہیں

سکھاتے ہیں جو تقلیدِ مغرب آپ
غریبوں کو نہ اس میں پٹ کیجئے

پھر ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اس کو کہتے ہیں
ترقی پر بھی بیٹھو ہیں تنزل اسکو کہتے ہیں

بہر نوع تقلید مغرب نے ہمیں اس قدر اپنے رنگ میں رنگ لیا کہ سارا معاشرہ اس کا دست نگر ہو کر رہ گیا۔ حویلیوں کی بجائے بنگلے اپنے مخصوص لباس کی بجائے سوٹ اور رہنے سہنے کے سارے انداز بدل کر ہمیں مغرب نے ایسا جکڑا کہ ہم ان کے پنجے میں آج کل گرفتار چلے آرہے ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے یورپ کی تہذیب کو انجن کے سمبل SYMBOL سے یاد کیا اور کہا

اذانوں سے سوا انجن کی سیٹی ہے
اس پر شیخ بیچارے نے چھاتی اپنی پیٹی ہے
کہاں باقی رہی ہم میں وہ اورادِ سحر گاہی
وظیفے کی جگہ اب پائنر یا آئی۔ ڈی ٹی ہے

چنانچہ مغرب کی اس تقلید اور منت کشی کا نتیجہ کہ ہم اپنی روایات سے بیگانہ ہوتے چلے گئے اور جب ملت اور قوم اپنی درخشندہ روایات کو ترک کرتی ہے تو پھر اس کا انجام ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے علمی ورثے کو بھول جاتے ہیں اور دوسروں کے ورثے پر ناز کرتے ہیں

دلوں پہ مارتے جاتے ہیں چھاپہ شیکسپئر
پڑھو گے حضرت سعدی کی بوستاں کب تک

غرضیکہ ہماری اپنی حالت یہ ہوگئی کہ حضرت خالد . . . . . کی جگہ نپولین اور ولنگٹن پر ناز ہونے لگا۔ سعدی اور رومی کی جگہ شیکسپئر اور ملٹن ہمارے محبوب شاعر تصور کئے جانے لگے اور فرنگ نے ہمیں اس قدر مرعوب کیا کہ ہم علمی طور پر ڈارون کے نظریہ ارتقا کے غلام بن گئے چنانچہ اکبر مرحوم نے متاثر

ہو کر کہا ہے ؎

یوزن کو ارتقا نے کردیا انسان تو کیا
انقلاب حرف نے مولی کو وہم کردیا
ڈاروِن صاحب حقیقت سے نہایت دور تھے
ہیں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے

الغرض شیشہ گرانِ فرنگ نے ہمیں اس طرح شیشے میں اتارا کہ آج بیس برس کی سیاسی آزادی کے بعد بھی ہم ان کی ہر چیز پر ناز کرتے ہیں۔ اسے اختیار کرکے فخر و ناز محسوس کرتے ہیں۔ علوم و فنون، تمدن و تہذیب، سیاست و طرز حکومت میں سے ہر ایک انہوں کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ ہمارا نوجوان طالب علم بڑے زناٹے سے انگریزی بولتا ہے اور فخر کے مارے اس کا رنگ انار کی مانند سرخ ہو جاتا ہے وہ مغربی علوم تو حاصل کرتا ہے مگر جو اثاثِ انسانیت ہے جس کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ اس سے بے بہرہ ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اسے اپنی قومی زبان میں گفتگو کرنے کا موقعہ درپیش ہو تو وہ بہروں کے انداز میں اظہار خیال کرکے کتراتا ہے وہ شیشہ گرانِ فرنگ کے جادو سے اثر پذیر ہو کر ان تمام چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے جو ہمارے لئے مائۂ فخر و ناز تھے اور اس کا نعرہ یہ ہوتا ہے ؎

چھوڑ لیجڑ کو اپنی ہسٹری تو بھول جا
شیخ و مسجد تعلق کر قطع اسکول جا
چار دن کی چاندنی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کر فکر کی کھا ڈبل روٹی خوشی سے پھول جا

جب حالات اس حد تک پہنچ جائیں تو پھر ترقی کا خواب پریشان ہوتا ہے۔ خود داری وہم بن کر رہ جاتی ہے اور ترقی کا تصور خود فریبی ہوتا ہے۔ ہوش مند اور زندہ قومیں سب سے پہلے اغیار کی منت کشی سے اپنے آپ کو آزاد کرتی ہیں اور ان تمام اثرات کو جو اغیار کی منت کشی سے قوم میں پیدا ہوئے ہوتے ہیں ان کو مٹا کر اپنے قومی ورثے کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں چین کی مثال دی جاسکتی ہے وہ فرنگ کے تمام اثرات کو ختم کرکے اب خالص چینی رنگ میں اپنی عظیم قوم کو رنگے ہوئے ہیں تعلیم اپنی زبان میں دیتے ہیں تمدن ان کا اپنا ہے معاشرے کے اندر اپنا رنگ اور ثقافت موجود ہے جو انہیں ورثے میں ملی ہے۔ اس کے خلاف شیشہ گرانِ فرنگ کے منت کش یعنی ہم لوگ نہ اپنا لباس پہنتے ہیں، نہ اپنی زبان کو ذریعہ تعلیم بناتے ہیں نہ اپنی تہذیب و تمدن کے بارے میں کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنی روایات CUSTOMS سے واقفیت رکھتے ہیں تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چھوٹی سے چھوٹی قوم اپنا خاص رنگ زیب تن کرتی ہے ان کے نمائندے اپنی قومی زبان میں گفتگو کرتے ہیں مگر ہم ہیں کہ اپنی پارلیمنٹ ---- ASSEMBLY میں بھی انگریزی کو ذریعہ اظہار بنائے ہوئے ہیں۔ ملکی کاروبار میں یہی زبان استعمال ہوتی ہے اگرچہ انگریزی کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تاہم اسے تعلیم میں قومی مجالس میں اور حکومت کے کاروبار میں استعمال کرنا قومی اور ملی NATIONAL خود داری کے منافی خیال کیا جاتا ہے۔ دنیا میں ایک نہایت ہی چھوٹا سا ملک ہے جسے اسرائیل کہتے ہیں مکار یہودیوں نے صدیوں کی مردہ زبان کو اپنی قومی زبان کی حیثیت سے اس کو اپنایا اور آج اس کی پوری آبادی اسی زبان کو بولتی ہے اور پورا ملک اسی زبان کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔ وہ اسے استعمال کرتے ہیں۔ ہم جتنا انگریزی پر فخر کرتے ہیں وہ اس سے زیادہ فخر عبرانی زبان پر کرتے ہیں۔

شیشہ گرانِ فرنگ کی منت کشی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم میں اکثر و بیشتر افراد غلامانہ ذہنیت کے شکار ہیں۔ یہ غلامی سیاسی غلامی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ اس کے نتائج نہایت ہولناک ہوتے ہیں۔ اس واسطے ایک آزاد خود مختار غیور قوم کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس فریب سے جلد رستگاری حاصل کرے۔ کیا ہی کسی نے خوب کہا ہے ؎

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

بقیہ: فضائل حج

یہودی ہو کر مرے یا نصرانی — اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر حق ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں۔ اگر وہ وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ ابو امامہؓ کی روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو حاجت ظاہر، ظالم بادشاہ یا بیماری نہ روکے اور وہ حج نہ کرے تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

۴۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا! آپؐ نے فرمایا حج۔ (متفق علیہ)

۵۔ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے؟ فرمایا۔ ہاں ایسا جہاد ہے جس میں لڑنا نہیں پڑتا یعنی حج اور عمرہ۔

۶۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر اس سے دعائیں مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اگر اس سے بخشش مانگیں تو ان کو بخش دیتا ہے (ابن ماجہ)

۷۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ جب تم حاجی سے ملو تو اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو۔ اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا مانگے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے۔ اس لئے کہ وہ بخشش دیا گیا ہے۔ (رواہ الدارمی)

۸۔ ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص عمرہ یا جہاد کے لئے نکلا اور پھر راہ میں جان دے دی تو اس کے لئے غازی، حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب ملتا ہے۔ (البیہقی)

۹۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک باندھے۔ اس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دئیے جاتے ہیں یا اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس احرام سے اور کوئی احرام افضل نہیں کہ اس نے افضل جگہ سے افضل جگہ کی طرف احرام باندھا۔ (المشکوٰۃ)

★

سلام کا طریقہ اور فضیلت

اُستاذ العُلماء حضرۃ مولانا الحاج سیّد حامد میاں مدظلہ مُہتمم وشیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
مُرتّبہ: محمود احمد عارف ہوشیارپوری

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ۔ (متفق علیہ)

جناب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا طریقہ تعلیم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یسلم الراکب علی الماشی سوار پیدل جانے والے کو سلام کرے۔ والماشی علی القاعد، اور پیدل چلنے والا کھڑے ہوئے شخص کو سلام کرے۔ والقلیل علی الکثیر۔ اور کم تعداد والے لوگ زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا یسلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ اور چلنے والا شخص کھڑے ہوئے شخص کو سلام کرے۔ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ۔ اور قلیل تعداد والے کثیر تعداد والوں کو سلام کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باربار بکثرت سلام کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے کہ اِذَا لَقِیَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ فَاِنْ حَالَتْ بَیْنَھُمَا شَجَرَۃٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِیَہٗ فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْہِ۔

یعنی جب تم میں سے کوئی (بھی) اپنے (مسلمان) بھائی سے ملے تو اسے سلام کرنا چاہئے۔ اگر (ایسا ہو جائے کہ) ان دونوں کے درمیان درخت، دیوار یا پتھر آجائے، پھر ایک دوسرے سے ملے تو اسے (پھر دوبارہ دوسرے بھائی کو) سلام کرنا چاہئے۔

سلام ایک طرح کی دعا ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے حق میں دعا کرنے سے حق تعالےٰ خوش ہوتے ہیں۔ بکثرت سلام کرنے والا اللہ کا مقبول بن جاتا ہے۔ دنیا و عقبیٰ میں اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ سلام سے محبت بڑھتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا۔ تم جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا۔ وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ رکھوگے۔ اور فرمایا اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلا دوں کہ جس کو کرنے سے تم میں محبت پیدا ہو (پھر از خود فرمایا) اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔ یعنی آپس میں سلام بکثرت کیا کرو اس سے تمہارے تعلقات بڑھیں گے۔ اور ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا ایمان کامل ہو جائے گا اور تم خدا کی خاص رحمت کے مستحق ہو جاؤگے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے سلام فرماتے اور عام طور پر سلام میں پہل فرماتے کیونکہ سلام کرنا بہت بڑی نیکی ہے اور نیکی میں سبقت کرنی افضلیت کی بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جو طریقہ امت کو تعلیم فرمایا ہے خود بھی اسی طریقہ پر سلام کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بچوں کے مجمع کے پاس سے گذر رہے تھے تو آپؐ نے انہیں سلام کیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، آپؐ کو اولاد کی طرح محبوب تھے۔ حضرت اسامہؓ بہت ذی استعداد اور بڑی صلاحیتوں والے تھے اس لئے چھوٹی عمر میں آپ کو آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کے ایک لشکر کا سردار بنایا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس سے گذرے۔ اس مجلس میں مسلمان بھی تھے یہودی اور مشرک بھی، تو آپؐ نے اس مجلس کو سلام کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جیسے امت کو تعلیم دی ہے کہ چلنے والا نہ چلنے والے کو اور تھوڑی تعداد والے بڑی تعداد والوں کو سلام کریں۔ خود بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر اس طرح کچھ لوگ ملے جلے بیٹھے ہوں تو اعتبار مسلمانوں کا ہوگا۔ اس لئے سلام کرنا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص حاضر ہوا اور کہا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ آپ نے سلام کے جواب کے بعد فرمایا اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں۔ بعد میں ایک اور حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپؐ نے اسے بھی سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں —— گویا دعائیہ کلمات جتنے بڑھ گئے نیکیاں اسی قدر زیادہ ہو گئیں۔

اللہ تعالےٰ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

بقیہ: درسِ قرآن

حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسے آدمی ہیں —— ہاں تو پھر مولوی کھلائے تو کھانا بھی خوب ہے —— اور اچھا کرتا ہے۔ شرمانے کی کیا بات ہے؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جب تمہاری کوئی دعوت کرے (بڑے حکیم تھے، حکیم الامت تھے) تو خوب اچھی طرح کھاؤ، پیٹ بھر کر کھاؤ۔ اگر وہ تمہارا دوست ہے، دل کے ساتھ دعوت کی تو وہ خوش ہوگا، اگر ریا کار ہے، دوبارہ نہ بلائے گا۔ خوب گوندھ کر کھاؤ، اچھی طرح کھاؤ۔

(باقی آئندہ)

ایک ولیِ کامل اور محدّث کا سفرِ آخرت

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوطن غورغشتی کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال

از قلم۔ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ

جمعرات ۲۳ جنوری ۱۹۶۹ء صبح سویرے یہ اندوہناک خبر سنی کہ دنیائے اسلام کی بزرگ شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولٰنا نصیر الدین صاحب غورغشتی والوں کا واہ کینٹ کے پی او ایف ہسپتال میں علی الصبح انتقال ہوگیا ہے۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون حضرت موصوف گذشتہ چند دنوں سے واہ کینٹ میں زیرِ علاج تھے اور علماء وصلحاءؒ دُور دراز مقامات سے آپ کی عیادت کے لئے تشریف لا رہے تھے۔ ہمارے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم نے ہم سے ایک مرتبہ اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ کبھی موقع نکال کر اس بلند پایہ شخصیت کی زیارت کے لئے غورغشتی چلیں گے کیونکہ ان جیسے بزرگوں کی زیارت بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ اللہ کی قدرت دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے گذشتہ سال کے اجتماع میں مرحوم تشریف لے آئے علماء و فضلاء کی دستار بندی حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب فرمائی اور دستار پر شفقت کا ہاتھ شیخ الحدیث مرحوم رکھتے جاتے تھے۔

جمعہ ۲۴ جنوری اس مردِ کامل کا جنازہ پڑھنے کے لئے ہم غورغشتی گئے۔ ایک عجیب سماں تھا ساری بستی ماتم کدہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بزرگ کی عظمت علاقہ بھر کے مردوں اور عورتوں کے دلوں میں اس قدر تھی۔ کہ قصبہ کی گلیاں جہاں سے جنازہ گذرنا تھا، پھولوں اور جھنڈیوں سے سجائی گئیں تھیں اور جا بجا لا آلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کتبے آویزاں تھے جب جنازہ گاہ میں پہنچے تو راولپنڈی کے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب خطبہ جمعہ سے قبل تقریر فرما رہے تھے۔ بے شمار لوگوں کا مجمع تھا۔ جن میں آزاد قبائل اور سرحدی مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے کابل تک سے عشاق آئے ہوئے تھے۔ بلکہ کابل سے بھی ۵۰۰ سو میل آگے ایک مقام مزار شریف نامی سے بھی لوگ غورغشتی پہنچے ہوئے تھے۔ مولانا موصوف نے دوران تقریر فرمایا کہ شیخ الحدیث مرحوم جیسی شخصیتیں روز روز نہیں پیدا ہوتیں۔ ہزار سال کے بعد کوئی ایسا مردِ کامل پیدا ہوتا ہے ان کی رحلت ملّت اسلامیہ کا ایک عظیم نقصان ہے۔

مولانا نے دوران تقریر فرمایا اس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ مگر آج یہاں اسلام کا نام لینا بھی جرم ہے۔ علماء کو ٹھنڈے مارے جاتے جاتے ہیں۔ ان کی داڑھیاں نوچی جاتی ہیں اور لاٹھیوں سے پیٹا جاتا ہے مولانا عبید اللہ انور صاحب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے فرزند کا بھی احترام نہ کیا گیا"۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم اس ملک میں دجّالین و کذّابین کے مرزائی طائفہ کو ہرگز کھل کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

خطبہ جمعہ کے بعد نماز ادا کی گئی اور پھر حضرت مرحوم کا جنازہ آ گیا۔ نماز جنازہ کے لئے فیصلہ کیا گیا۔ کہ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا رکن الدین صاحب جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ غورغشتی میں کم و پیش اسی نوّے ہزار انسانوں کا اجتماع اس مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہستی کی عظمت کا آئینہ دار تھا۔ افسوس رشد و ہدایت کا یہ چراغ لحد کی آغوش میں چھپ گیا۔

غورغشتی کے اڈے پر ایک آرے والے نے مہمانوں کے لئے ایک ہوٹل پر مفت روٹی اور کباب کا انتظام کر دیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ آبادی کے دوکاندار بھی مہمانوں کا احترام کرتے ہیں۔ جہاں علماء صلحاء و اتقیاء کا اتنا بڑا مجمع ہو وہاں اُس خوش قسمت دوکاندار نے بھی اپنی حسنات میں اضافہ کر لیا۔ علاقہ چھچھ کی یہ عظیم ہستی اب لوٹ کر نہ آئے گی اور علوم و معارف کے پیاسے لوگوں کی پیاس نہ بجھے گی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جامع رشیدیہ ساہی وال کا تبلیغی اجلاس

بتاریخہائے ۲، ۳، ۴ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ
بمطابق ۲۰، ۲۱، ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء
جمعرات شام ـ جمعۃ المبارک

جس میں

مجاہد ختم نبوۃ آغا شورش صاحب کاشمیری • علامہ مفتی محمود ناظم اعلےٰ جمعیۃ علمائے اسلام • جانشین خطیبِ پاکستان قاری نور الحق ایم اے ایل ایل بی • مولانا غلام غوث سرحدی • مولانا عبدالشکور دین پوری • مولانا محمد اجمل خطیب لاہور • علامہ دوست محمد قریشی مظفر گڑھ • مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری ملتان • مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور • مولانا ضیاء القاسمی خطیب لائلپور • مولانا عبدالرحیم اشعر مبلغ ختم نبوت • جناب سید امین گیلانی شیخوپورہ • حافظ شریف چمن آبادی۔

نوٹ:- ۲۱ فروری بروز جمعہ صبح کی نماز کے بعد حضرت مولٰنا ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین لاہور درس قرآن پاک دیں گے۔

الداعیان الی الخیر:- فاضل حبیب اللہ، مولانا مقبول احمد ناظمان جامعہ رشیدیہ رجسٹرڈ ساہی وال

قرار داد تعزیت

۳۱ جنوری بروز جمعہ مدرسہ دارالعلوم اور جمعیت اشاعت التوحید و سنت کا ہنگامی اجلاس ہوا جس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور اس کو قوم کا عظیم المیہ قرار دیا مدرسہ کی طرف سے ختم قرآن شریف کر کے حضرت کی روح کو ایصال ثواب بخشا گیا۔

ایک قرار داد کے ذریعہ ملک کے فسادات اور بے گناہ لوگوں پر ظلم و تشدد کی پُر زور مذمت کی گئی

ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت والتوحید سنت
کالور کوٹ ضلع میانوالی

بقیہ: مجلسِ ذکر

تحقیق کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا ـ اس ہندوستان میں ! جہاں مسلمانوں کا حال اتنا پتلا ہے اور اسلام دوستی کی بناء پر اور پاکستان بننے کی بناء پر ان کو جو دورے پڑتے ہیں اس کا آپ اندازہ لگائیے کہ اب بھی وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو اُن کے قانون کے ماہر اور اپنے مذہب کو عمل کے ناقابل سمجھتے ہوئے اس کو نظر انداز کر کے اسلام قبول کر رہے ہیں، مسلمانوں نے اس ملک میں آکر عورتوں کا ستی ہونا ناجائز قرار دیا۔ حالانکہ یہ ہندوؤں کا مذہبی مسئلہ ہے لیکن اس کے انگریزوں نے اسے قائم رکھا اور اسے سیکولر نظامِ حکومت کا نام دیا۔ آج وہ سیکولر گورنمنٹ کا فخر کے ساتھ ساری دنیا کے اندر ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اگرچہ ہے وہ رام راجیہ، لیکن اس قانون کو دیکھئے کہ جس کو مسلمانوں نے ختم کیا اور انگریزوں نے اسے جاری رکھا تو آج وہ ہندو خود کہتے ہیں کہ یہ وحشیانہ ہے، یہ کوئی عقل کی بات نہیں، کوئی شرافت و انسانیت کی بات نہیں کہ چیونٹی تو نہ ماریں، گائے کو تو ذبح کرنے کے حق میں نہیں ہیں اور ادھر یہ ہے کہ اگر مرد مرجائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ چتا میں جلا دیا جائے۔

علماء کو تمسخر کا نشانہ بنانے والوں کو تنبیہہ

اندازہ لگائیے یہ مذہب کوئی انسانیت کا ہو سکتا ہے ؟ لیکن وہ اس مذہب کے لئے کس طرح انسانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں ؟ خود آپ غور کیجئے اچھوتوں کے ساتھ کیا بیت رہی ہے ؟ آپ سچے مذہب کا پرچار نہ کریں، تبلیغ نہ کریں، دمڑی پیسہ نہ صرف کریں، الٹا علماء اور دینداروں کا تمسخر اڑائیں، استہزاء کا ان کو نشانہ بنائیں، یہ آپ کی طرف اشارہ کر کے اُن بدفطرت مسلمانوں کو کہہ رہا ہوں آپ تو الحمدللہ قرآن کے قدردان ہیں اور اسلام کے نام لیوا ہیں، اس کی عزت و عظمت آپ کے دل میں ہزار گنا مجھ سے زیادہ ہے جبھی تو آپ کہیں کہیں سے اپنے کام کاج چھوڑ کر کے، اپنا وقت صرف کر کے یہاں تشریف لاتے ہیں، لیکن وہ گم کردہ راہ مسلمان بھی تو

ہیں جو آج عیسائیت اور یہودیت اور مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ ہیں، کیمونزم سے متاثر ہیں، وہ قرآن کی بجائے کارل مارکس کی کتاب "CAPITA" کو نجات کا اور دنیا کے اندر عدل و انصاف کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور پھر کہنے کو مسلمان ہیں ـ یعنی مفاد اسلام سے حاصل کرتے ہیں۔ اسی قسم کے منافقین پر نگاہ رکھنے کا ہمیں خاص طور سے حکم دیا گیا ہے۔

خلیفۂ دوم کا خط گورنروں کے نام

حضرت عمرؓ کا اپنے گورنروں کے نام ایک خط ہے کہ تم نماز پڑھتے ہو، حقوق اللہ کی نگہداشت کرتے ہو تو یقیناً خلقِ خدا جو تمہاری زیر دست ہے ان کے حقوق پر بھی نگاہ رکھتے ہوگے، پرواہ کرتے ہوگے لیکن اگر خالق کے احکام کو نظر انداز کرتے ہو، جس کے سامنے ہم نے ایک ایک رکعت کا، ایک ایک پائی کا، رائی رائی کا، کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے، اس کا خوف نہیں تو خلقِ خدا تمہارے سامنے کیا چیز ہے ؟ تم تو ان کے حاکم ہو، تو درحقیقت اسی چیز سے انسان کا پتہ چلتا ہے کہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

کامیابی کے چار زرّیں اصول

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں انسان گھاٹے، ٹوٹے، خسارے اور نقصان میں ہمیشہ ہی ہی رہا، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، مگر صرف وہی خسارے سے نکلے جنہوں نے ان اصولِ اربعہ کو اپنایا جو آگے آ رہے ہیں۔ یہ کامیابی کے زرّیں اصول ہیں جو اسلام نے اور تمام پیغمبرانِ عظام نے تمام الہامی کتب میں اللہ نے سمو دئے ـ سب سے پہلا اصول ایمان باللہ ہے اور پوری تفصیل قرآن حکیم کے اندر ہے ـ ایمان باللہ، ایمان بالرسل، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالیوم الآخر۔ اس کے بعد ایمان کے ساتھ صرف زبانی جمع خرچ تک بات نہیں ہے بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اس کے مطابق جو اس کے پرنسپل ہیں، اس کا آئیڈیل ہے، اس کی آئیڈیالوجی ہے، اس پر بھی دامے، درمے، قدمے، سخنے سب کچھ انسان نثار کرنے کے لئے تیار ہو ـ یعنی انسان جس چیز

کے لئے قربانی نہیں دے سکتا وہ اپنے اصول ہی کیا ہوتے ؟ اصول وہی ہوتے ہیں جن کے لئے انسان سمجھوتہ نہیں کر سکتا ـ اس کے لئے جان، مال، عزت آبرو، اولاد سب کچھ قربان کرتا ہے اور آخر مسلمانوں نے چودہ سو سال سے اسلام کی عظمت کے لئے، ناموسِ رسولؐ کی عظمت کے لئے اور بقاء اور تحفظ کے لئے کہاں نہیں قربانی دی ؟

ناموسِ رسولؐ پر قربان ہونے والا غازی علم الدین شہیدؒ

لاہور میں ہندوؤں کے زمانے میں، انگریزوں کے زمانے میں راجپال نے ایک کتاب چھاپی "رنگیلا رسول"۔ قانون حفاظت نہ کر سکا لیکن ایک ادنیٰ بڑھئی، کارپینٹر جسے ترکھان کہتے ہیں اس مسلمان غازی علم دین شہیدؒ نے اپنی جان دے کر کے اور اس ظالم کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت کا دنیا کو سبق سکھایا کہ اگر انگریز کا قانون نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ناموس کی حفاظت نہیں کرتا تو مسلمانوں کی غیرت اور حمیت خود اس کی حفاظت کرنا جانتی ہے۔

مسلمانوں کے بچوں کو عیسائیوں کے سکول کالج پیارے ہیں

حضرت مسیحؑ کے ماننے والے تو اپنے ہر گرجے کے ساتھ سکول اور ہسپتال چلائیں اور مسلمانوں کے ایمانوں کو لوٹنے کے لئے، ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے وہاں وہ ان کو کنڈر گارٹن کی تعلیم سے لے کر کے امریکہ تک تعلیم دلوانے کے سبز باغ دکھلائیں اور دکھلا بھی رہے ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔ دمشق میں ان کی یونیورسٹیاں، مصر میں ان کی یونیورسٹیاں، پاکستان میں جگہ جگہ، بستی بستی ان کی ڈسپنسریاں اور مکاتب اور ساتھ ساتھ جتنے بھی بڑے بڑے گرجا ہیں ان کے ساتھ بھی مسلمان بدقسمتی سے جو امراء کے بچے ہیں اور ہمارے حکمرانوں کے بچے، تاجداروں کے بچے وہ ادھر

کھائے بیٹھے ہیں وہاں بھیجنے کے لئے، بڑی سے بڑی رقمیں اور سفارشیں صرف کریں گے۔ وہاں بھیجیں گے، انجیل سے ان کی تعلیم شروع ہوتی ہے اور قرآن حکیم کا لفظ؟ افسوس کہ ـــ

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا بیان

پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر چوہدری محمد علی کا بیان میں نے اخبارات میں دیکھا کہ ہمارے ہاں انگریز کے زمانے سے یہ قانون ہے کہ جب مسلمان بچہ ان کے کالج کے اندر داخل ہو تو اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ کم از کم قرآن کے الفاظ جانتا ہو، قرآن پڑھ سکتا ہو۔ انہوں نے افسوس کے ساتھ بیان دیا کہ تقسیم ملک کے بعد ہمیں یہ اصول توڑنا پڑ گیا۔ کہ مسلمانوں کے بچے اکثر وہ آ رہے ہیں جو قرآن کے الفاظ سے نا آشنا ہیں۔ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے؟

اسلامی تعلیمات کی ترویج کے لئے تجاویز

میں آپ کی خدمت میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے ذمے قرآن کی عظمت کے گن گانا ہی نہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، یعنی عملی زندگی میں بھی قرآن کو رائج کرنا ہے۔ تب اسے لا سکیں گے کہ آپ اس کے اصول اور قوانین سے واقف ہوں۔ اور واقفیت کے لئے لازم ہے کہ مساجد اور مدارس میں شبینہ کلاسیں کھلوائیں، دینی مدارس میں اپنے بچوں کے لئے کم از کم چھٹی کے دنوں میں ہی کوئی اہتمام کرائیں اور ہو سکے تو پورا علم دین پڑھنے کے لئے ان مدارس میں بھجوائیں۔ انگریز گیا تو اس کے ساتھ لارڈ میکالے کا وضع کردہ نصاب تعلیم، یونیورسٹیوں اور سکول و کالج کے نصاب بھی یہاں سے دفع ہونے چاہئیں تھے لیکن افسوس ہے کہ ۲۱ سال گذر گئے آج تک ہم انتظار میں ہیں حالانکہ ہندو وہ نام کے ساتھ سیکولر گورنمنٹ چلا رہے ہیں لیکن انہوں نے وہاں پوری طرح ہندی کو سمو دیا ہے تمام مدارس کو ہندی کر دیا ہے، چھوٹی موٹی جو درسگاہیں رہ گئی تھیں ان کو بھی اب بخش نہیں رہے، جامعہ ملیہ جیسی درسگاہوں

کو معاف کرنے کو تیار نہیں۔

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

ادھر مسلمان جو ہیں، یہ مذہبی، اسلامی "لے کے رہیں گے، دینا پڑے گا، خون سے لیں گے پاکستان، پاکستان کے معنے کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" ـــ اور اب لا الٰہ الا اللہ کا حشر آپ دیکھ لیجئے ـــ سو یہ وہ چیزیں ہیں کہ مجھے اور آپ کو اپنے فرائض پہچاننا چاہئیں۔ خدا اور خلق خدا سے جو ہم نے وعدے کئے ہیں یا کم از کم اپنی ذات سے۔ انہیں پورا کرنا چاہئے۔ مسلمان وہی ہے ورنہ وہ تو گھاٹے، ٹوٹے، خسارے والا مسلمان ہے، جو ایمان رکھتا ہے ان چیزوں پر لیکن عمل نہیں کرتا۔ عملی زندگی کے بعد قرآن حکیم کہتا ہے کہ اسی کو آگے پھیلاؤ، پہنچاؤ، تبلیغ کے لئے ادارے قائم کرو، انفرادی، اجتماعی تبلیغ کا حق ادا کرو یعنی عملاً خود مبلغ بن جاؤ کہ تمہیں دیکھ کر کے غیر مذاہب کے لوگ اسلام کے خود بخود گرویدہ ہوں، نہ کہ ایسا عمل اختیار کرو کہ جس سے تمہیں دیکھ کر کے وہ تمہارے اسلام سے بدظن ہو جائیں۔

علماء کو اسلام کی راہ میں جو مصائب جھیلنے پڑتے ہیں یہ تو نجات کی راہ ہے

تو یہ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ اور تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی دنیا کے ہر کام میں انسان کو تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے دین کے پہنچانے میں اگر صحابہؓ کو، تابعین کو، تبع تابعین کو، اور آج اگر علماء دین کو مصائب اور تکالیف کا سامنا ہوتا ہے تو یہ تو نجات کی راہ ہے۔ یہ تو ہونا ہی ہے۔ آپ روزی نہیں کما سکتے جب تک تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں کہتا ہوں یہ روٹی جو آپ دو منٹ میں کھاتے ہیں آپ کو اس کے حصول کے لئے کس قدر مشقتیں، تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں؟ یہ تو جن کو کرنی پڑتی ہیں وہ جانیں ـــ کبھی ہل جوتتے ہیں، اس کے بعد خاص اوقات میں بیج ڈالتے ہیں۔ آگے پیچھے ڈالیں اور اس کی نگہبانی نہ کریں تو ختم۔ پھر جب وہ پروان چڑھتا ہے تو کتنا وقت لگتا ہے؟ اس

کے بعد جب اس خوشہ سے دانے کو الگ کرتے ہیں، کاٹتے ہیں اور کاٹنے کے بعد صاف کرتے ہیں، صاف کرنے کے بعد پیستے ہیں، پیسنے کے بعد گوندھتے پھر پکاتے ہیں۔ پکانے کے بعد وہ آپ کی زندگی کی بقا کا ذریعہ بنتا ہے۔ اتنی سی ایک روٹی کے لئے کتنے مرحلے طے کرنے پڑتے ہیں۔ پھر وہ آپ کو خواہ مخواہ تو دے نہیں دیتے۔ پھر آپ کو گیہوں حاصل کرنے کے لئے (جن کا یہ پیشہ نہیں ہے) کوئی تجارت کرتے ہیں، کوئی کلرک بنے پھرتے ہیں، کوئی بے چارے مزدوریاں کرتے ہیں۔ تو کتنی تکلیفیں ہیں ایک روٹی اور دن گذارنے کے لئے ـــ اسلام کے راستے میں اگر تکلیفیں آ جائیں تو یہ تو ہماری نجات کی راہ ہے۔ ہماری نشانی ہے کہ اگر ہمیں اسلام سے محبت ہے تو اس محبت کے لئے ہم کیا قربانی دیتے ہیں؟

اسلامی تعلیمات مفت ہیں مگر کوئی حاصل کرنے والا ہی نہیں

تو تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ تکلیفیں آئیں تو دنیا کے لئے جب صبر کرتے ہیں، خون پسینہ ایک کرتے ہیں۔ اسکولوں کے لئے، کالجوں کے لئے، دینی علوم کے لئے کتنے روپے پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں جبکہ دینی تعلیم کے لئے تو آپ کو درسگاہوں میں مفت روٹی ملتی ہے، کپڑا ملتا ہے، رہائش ملتی ہے، کتابیں ملتی ہیں۔ یعنی کوئی بھی تکلیف نہیں ہے اور پھر بھی پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور دنیا کے لئے گرجوں میں اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ محض اس لئے کہ وہ انگریز تو چلا گیا لیکن انگریز کی غلامی کا ذہن، انگریزیت، مغربی علوم، مغربیت، مغربی فنون کی محبت اب تک مسلمانوں کو مدہوش کئے ہوئے ہے اور اپنے دین سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

ہمارے احسانات یورپ پر

ہمیں مغربی علوم و فنون سے کوئی کد نہیں۔ ہمیں ان سے کوئی عداوت نہیں۔ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ کل تک وہ آپ کی درسگاہوں میں آ کے

پڑھتے تھے، آج وہ آکسفورڈ، کولمبیا اور کیمبرج یونیورسٹیوں میں استاد ہیں۔ کل تک وہ آپ کے جامعات میں آتے تھے اور یہاں سے سب کچھ لے کر گئے۔ اب تفصیل میں تو جانے کا وقت نہیں۔ کبھی آپ مطالعہ کیجئے۔ اپنے بزرگوں کی کتابیں پڑھ کر کے، یورپ پر ہمارے کتنے احسانات ہیں۔ اب بھی انشاء اللہ ہمارے احسانات زیادہ ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ہاں سب کچھ موجود ہوتے ہوئے آپ کا منگلا ڈیم بنا، یہ ڈیم بنا، وہ ڈیم بنا۔ آپ کے ہاں انجینئروں کی کون سی کمی ہے؟ آپ کے انجینئرنگ کالج، آپ کے میڈیکل کالج، اور دوسری جو بھی معاشی اور معاشرتی ضرورتیں ہیں، مادی اور جس قسم کے ملکی وسائل کی وہ سب کی۔ سب ماشاء اللہ یہاں مہیا اور موجود ہیں صرف احساس کمتری نہیں گیا، وہ غلطی کا جذبہ نہیں گیا۔ اور انگریز کا ٹوڈی ہونے کا ذہن نہیں بدلا کہ میں تجھ سے آگے، تو مجھ سے آگے۔ ذہنی غلامی کے جذبات نہیں ختم ہو رہے۔ وہ تب ہوں گے جب قرآن آئے گا اپنی جگہ پر۔ قرآن کا جو حقیقی مقام ہے قوم اس کو واپس دلائے۔ حکومتی پیمانے پر اور ملی پیمانے پر ساری دنیا میں اسلام کو پرچار کے لئے، تبلیغ کے لئے آپ ادارے کھولیں۔

مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج

میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کی معذب اور مغضوب قوم یہود آج برسر اقتدار ہو اور حرمین پر اس کی نگاہیں ہوں اور قبلۂ اول اس کی دستبرد سے نہ بچا ہو۔ جس قبلۂ اول کی کنجیاں حضرت عمرؓ لینے کے لئے گئے تھے، ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ہم میں غیرت ہی نہیں رہی۔ بے غیرتی کی انتہا ہے اور اگر بے غیرت ہے تو مسلمان نہیں۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (الحدیث) بے حیا مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بے حیائی کی دلیل ہے کہ قبلۂ اول دوسروں کے ہاتھ میں ہو اور آج آپ کے اس قبلہ پر اُن کی نگاہ ہو اور آپ سینما بینی اور شراب نوشی اور حرامکاری میں مبتلا ہوں اور انگریزوں کی بنائی ہوئی ڈسپنسریوں اور ان کے گرجاؤں سے جا کر کے اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں۔ یہ بے غیرتی کی کوئی حد ہے؟ یہ افسوسناک باتیں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں نہایت دردِ دل سے کہہ رہا ہوں ؎

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس احساس زیاں کو بیدار کرنے کے لئے یہ چبھتے ہوئے لفظ مجبوراً کہہ رہا ہوں۔ بہرحال آپ کو اور مجھے ان پر غور کرنا ہے۔ یہ مسئلہ آپ کا بھی ہے اور میرا بھی ہے۔ کل دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔

اسلام اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے

اسلام اجتماعی دین کا نام ہے۔ وہ انفرادیت کی دعوت نہیں دیتا۔ آپ نماز انفرادی طور پر اکیلے اور گھر میں پڑھ رہے ہوں، عورت یا مرد، بچہ یا بوڑھا سب کہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اے اللہ! ہم سب کو صراط مستقیم (راہ ہدایت) کی توفیق عطا فرما۔ تو اکیلے کو اِهْدِنَا کی بجائے اِهْدِنِیْ کہنا چاہئے۔ لیکن نہیں، اسلام دعوت ہی اجتماعیت کی دیتا ہے۔ روزے ہیں تو کل مسلمانوں کے لئے، عیدین ہیں تو کل دنیا کے مسلمانوں کے لئے۔ اور اگر مسلمانوں پر ابتلاء اور آزمائش آتی ہے تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہے تو دوسرا مسلمان چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کی تکلیفیں بھی ایک ہیں، ان کے مصائب بھی ایک ہیں اور ان کی راحت و آرام کے سامان بھی ایک ہیں۔

اسلام ہی ازلی ابدی قانون کا حامل ہے

سو یہ اجتماعیت کی دعوت تو اسلام نے دی ہے۔ یہودیوں نے اور عیسائیت نے اجتماعیت کی دعوت ہی نہیں دی۔ وہ انسانوں کے لئے مکمل مذہب و قانون ہے ہی نہیں۔ اور اللہ نے مکمل مذہب کا نام اسے دیا ہی نہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پ ۶ س المائدہ ع ۱ آیت ۳) اس قرآن کے لئے اللہ نے فرمایا۔ اس دین اسلام کے لئے فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے جو سلسلہ شروع کیا اللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ پورا کر دیا۔ وہ دین کامل اکمل قرآن حکیم میں محفوظ ہے۔ یعنی ازلی ابدی انسانوں کو جو پیغمبروں کے واسطے سے اٹل قوانین اَلدِّیْنُ الْقَیِّمُ کے طور پر دیئے گئے پہلا مسلمان انسانوں کو ہدایت کرتا ہے۔ کہ اللہ ایک ہی ہے، ہر نبی نے شرک کی مخالفت کی، توحید کی ہر نبی نے دعوت دی اور پرچار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی پھیلاؤ، بدی اور برائی مٹاؤ۔ ہاتھ سے نہیں تو زبان سے، زبان سے نہیں تو کم از کم اضعف ایمان درجہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا برائی کو برا تو دل سے جانو۔ آج لاکھوں برائیاں ہیں جن کو آپ برا بھی نہیں جانتے بلکہ برائی میں ملوث ہیں۔ اور فخر کے ساتھ، بہت بڑے فیشن کے طور پر۔

ماڈرن مجددین اسلام سے سوال

مثلاً یہ سگریٹ نوشی ہے ——— میں بعض بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ بھائی! اس سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ کہ جی کچھ نہیں، یونہی ذرا عادت پڑ گئی ہے، یونہی ذرا وقت کٹ ہو جاتی ہے۔ اب لاکھوں روپیہ برباد کر ڈالتے ہیں۔ اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں، اور لاکھوں روپیہ سینما بینی اور بنانے پر خرچ کر ڈالیں کوئی پوچھنے والا نہیں، اور یہ جو ہمارے ثقافتی وفد آتے اور جاتے ہیں ان پر کس قدر زر مبادلہ برباد ہوتا ہے؟ ایک آپ ہی کا نہیں افغانی قوم کا، ایرانی قوم کا اور انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک ہر مسلمان حکومت پر اعتراض ہے لیکن آج بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام کے ماڈرن مجدد پیدا ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں "جی یہ قربانی تضییع مال ہے، اتلافِ جان ہے۔" ان کا دماغ اس طرف نہیں جاتا کہ لاکھوں روپے کے جو سگریٹ آپ پی ڈالتے ہیں، ایک تو مذہب کی رو سے آپ مجرم ہیں اور دوسرا وہ اتلاف

دعائے صحت

ایڈیٹر خدام الدین محترم جناب مناظر حسین صاحب نظر مدظلہ کی طبیعت چند دنوں سے ناساز ہے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کیلئے اللہ تعالیٰ سے صحت کاملہ کی دعا فرمائیں۔ (حافظ نور محمد انور)

مال نہیں ہے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ صحت کی تباہی اور بربادی نہیں ہے؟ اگر اتنے پھل کھاتے تو قوم کی صحت کس طرح قابلِ رشک ہوتی؟ دودھ پیتے آپ، دوستوں کو کھلاتے پلاتے، لیکن ادھر تو خرچ کر ڈالنے میں بڑا فخر ہے۔ اور پوچھو ان سے کہ بھئی یہ دوا ہے؟ تمہارا علاج ہے؟ تمہاری غذا ہے؟ کیا بناتے ہو اس سے؟ کیا ہوتا ہے؟ تو کہتے ہیں "نہیں جی، بڑی نقصان دہ چیز ہے اس سے کینسر پھیلتا ہے، اس سے دمہ ہوتا ہے" اور پی بھی رہے ہیں — سو میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ علماء پر، اسلام پر اعتراض کرنے والے کہ یہ بے وقت کی راگنیاں الاپتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں ایک ہی مشتے نمونہ از خروارے چھوٹی سی بات کی ہے کہ کیا ان کو اس طرف دھیان نہیں ہے۔

دعا میں دعا کرتا ہوں اللہ سے اُن بھٹکے ہوئے بھائیوں کے لئے جو گم کردہ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ ہم میں کوئی خامی کمزوری ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس مملکت پاکستان کو تاقیامت محفوظ و مصئون و مامون رکھے۔ اس پر اگر کوئی غلط انداز نگاہ ڈالے تو اس کو پہلے کی طرح عبرتناک سزا دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان میں اللہ کے قانون کو برتر اور غالب رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ کے دستور کو لاء کالجوں میں پڑھانے کی، لارڈ میکالے کے نصابِ تعلیم کو یہاں سے نکال کر اس کی جگہ تعلیماتِ اسلام کو نافذ کرنے کی اور اللہ تعالیٰ ہماری اس موجودہ قیادت کو ہدایت نصیب فرمائے۔ انہیں اللہ کے دین کو غالب اور نافذ کرنے کی توفیق دے۔ ورنہ جو اللہ کے دین کو غالب اور برتر کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ قیادت نصیب فرمائے۔ دعا تو یہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ مدارس اور مساجد میں رکھے اور ان کو صدارتوں پر، لیکن جو ان کی ذمہ داریاں ہیں تاریخی، وطنی، ملکی اور پاکستان کے جو سربراہ ہیں ان کے دوسرے فرائض ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بہ احسن طریق اسلامی اصولوں کے مطابق حل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے فضل سے سچا اور کھرا مسلمان بنائے۔ مسلمانوں میں اعتماد بحال کرنے کے لئے اپنے فرائض انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اعتصام بحبل اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

بقیہ: اداریہ

واضح ہو سکتا ہے — اب یہ تحقیق کرنا حکومت کا کام ہے کہ یہ سب کارروائی کن عناصر کے ایماء پر ہو رہی ہے، کیوں ہو رہی ہے اور اس سے انتظامیہ اور پولیس کیا نتائج حاصل کرنا چاہتی ہے — ہم صرف نیک و بد سمجھانے تک اکتفا کرتے ہیں اور یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ نوکرشاہی کی یہ بدترین مثالیں خود حکومت کے لئے سامانِ زوال ہیں اور ملک و قوم کے رہنماؤں اور نونہالوں میں مسلسل اضطراب اور بے چینی کا باعث ہیں۔

تصحیح ۱۷ر جنوری سے جو درسِ قرآن کی قسط چھپ رہی ہے اس کی تاریخِ انعقاد ۲۴ر ستمبر ۱۹۶۶ء کی بجائے ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۶ء پڑھی جائے (محمد عثمان غنی مرتب درسِ قرآن)

سالانہ جلسہ

بہاولپور کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم مدنیہ کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۳، ۲۴، ۲۵ فروری ۶۹ء کو ہو رہا ہے۔

جس میں مولانا شمس الحق افغانی صاحب مولانا محمد عبیداللہ صاحب بہلوال مولانا غلام غوث صاحب مولانا ضیاء القاسمی صاحب۔ مولانا محمد اشرف صاحب۔ مولانا محمد لقمان صاحب علامہ ارشد مولانا قائم الدین مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری اور دوسرے بلند پایۂ علماء کرام تشریف لا رہے ہیں تمام مسلمانوں سے التماس ہے کہ شرکت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

اجلاس صرف رات کو ہوا کریں گے۔

غلام مصطفیٰ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور۔

بچوں کا صفحہ

”نماز“ قرآن و حدیث کی روشنی میں

ابوالریاض، بہاولپور

آیاتِ مبارکہ متعلقہ نماز

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ أُولٰئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (پ ۲۹)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی جنت میں عزت پائیں گے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ (پ ۱۸)

ترجمہ: اللہ کے بندوں کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرتی۔

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (پ ۱۶)

ترجمہ: اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی ہمیشہ پڑھ۔

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط

ترجمہ: جو لوگ نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے مومن۔

رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ (پ ۲۱)

ترجمہ: رحمت نیکی کرنے والوں کے لئے ہے وہ جو کہ نماز قائم کرتے ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝

ترجمہ: جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہی کتاب اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہی ہیں جو اپنی نماز قائم کرتے ہیں۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ (پ ۱۸)

ترجمہ: بے شک نجات پائیں گے وہ مومن جو نماز میں دل لگانے والے ہیں۔

وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ط (پ ۱۰)

ترجمہ: اور جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں پس وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (پ ۲۱)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ (پ ۲۹)

ترجمہ: (منکر نے) نہ دین کو سچا جانا اور نہ نماز پڑھی بلکہ دین کو جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔

احادیث شریفہ متعلقہ نماز

اَلصَّلٰوةُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ (ابن ماجہ جلد ۲)

ترجمہ: نماز مومن کا نور ہے۔

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ (مکتوبات شریف مجدد)

ترجمہ: نماز مومنوں کی معراج ہے۔

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔

قُمْ فَصَلِّ فَإِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شِفَاءً (ابن ماجہ جلد ۲)

ترجمہ: (ابوہریرہؓ کو درد شکم تھا۔ خدمت میں آئے۔ فرمایا) اٹھ نماز پڑھ۔ بے شک نماز میں شفا ہے۔

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: جنت کی کنجی نماز ہے۔

بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔ (ترمذی جلد ۲)

ترجمہ: کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ بِصَلٰوتِهٖ۔ (نسائی)

ترجمہ: پہلے جس چیز کا بندے سے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ دِيْنٍ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ (زرقانی جلد ۴)

ترجمہ: اس دین میں بھلائی (نیکی) نہیں، جس میں نماز نہیں۔

لَا إِيْمَانَ لَهٗ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ (دلیل العارفین)

ترجمہ: وہ ایمان دار نہیں جو نمازی نہیں۔

مُضَيِّعٌ لِّلصَّلٰوةِ لَمْ يَعْبَأِ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنْ حَسَنَاتِهٖ (احیاء العلوم جلد ۱)

ترجمہ: جو نماز کا ضائع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی نیکی کی پرواہ نہ کرے گا۔

جواہر پارے

حافظ سراج احمد قاسمی، احمد پور شرقیہ

دنیا کے لئے صرف اتنی کوشش کرو جو دنیا میں رہنے تک کام آئے اور آخرت کے لئے اس قدر کوشش کرو کہ وہاں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ (حضرت امام حنبلؒ)

نیکوں کی محبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بُروں کی محبت بُرے کام سے بدتر ہے۔ (حضرت بایزید بسطامیؒ)

جو شخص اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دے، وہ متکبر ہے۔ (حضرت سفیان ثوریؒ)

بہتر سخاوت وہ ہے جو ضرورت کے موافق ہو۔ (حضرت ابوسلیمانؒ)

علم وہ زیادہ نافع ہے۔ جس پر عمل کیا جائے اور عمل وہ بہتر ہے جو تم پر فرض ہے۔ (حضرت ابوالحسنؒ)

تمہارے لئے کوئی گناہ سخت نہیں، جتنا کہ کسی مسلمان بھائی کو خوار کرنا۔ (حضرت بایزید بسطامیؒ)

غیبت کرنے والوں کی نسبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ جو غیبت کرتے ہیں وہ مسلمان بھائیوں کا مردہ گوشت کھاتے ہیں۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ)

(ماخوذ)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵ ۲۰ ۲۱ فروری ۱۹۶۹ء

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱/۲۸۴ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷/۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۲۱۲-۴۶/۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا